Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس   مفتی محمد امجد   حکیم محمد فیضان   غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے

سالانہ............300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈوکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....گزرگاہوں پر ایذا رسانی کے چند مناظر..............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۷۳)... جاہلوں کی باتیں کہ ''اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتا''...// // ۶

درسِ حدیث ....نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط۱۰)......// // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟ (اس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط۱۱)......مفتی محمد امجد حسین ۱۶

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط۱۱)..........................مفتی محمد رضوان ۲۰

صبح صادق کے متعلق اکابر کے ایک اختلاف کی تحقیق.........................// // ۲۴

سہارنپور کا سفر (قسط۱)..// // ۳۱

سودی لین دین سے پرہیز کیجئے (قسط۱)..........................مفتی منظور احمد ۳۴

ماہِ شوال: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.........مولانا طارق محمود ۳۷

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط۱۰)..........................مفتی محمد رضوان ۴۱

علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گُل (قسط۳۷)..........مفتی محمد امجد حسین ۴۴

تذکرۂ اولیاء:.................. تذکرہ مولانا رومی کا (قسط۳)..............// // ۴۸

پیارے بچو! .... صبح اور شام کا مبارک وقت..........مفتی محمد رضوان ۵۷

بزمِ خواتین .... قربانی..........مفتی ابوشعیب ۶۰

آپ کے دینی مسائل کا حل..... تشہُّد میں بیٹھنے اور اُنگلی سے اشارہ کا طریقہ........ ۶۳

کیا آپ جانتے ہیں؟........ قربانی کس شخص پر لازم ہے؟.....ترتیب: مولانا محمد ناصر ۸۳

عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۴)..........ابوجویریہ ۸۷

طب وصحت...بچوں کی لُکنت کے ذمے دار ماں باپ ہوتے ہیں...جناب مسعود احمد برکاتی صاحب ۹۰

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۹۳

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........حافظ غلام بلال ۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

گزرگاہوں پر ایذا رسانی کے چند مناظر

میں کل جب گھر سے ادارہ جانے کے لئے صبح کے وقت دروازہ سے باہر نکلا، تو دروازہ کے باہر مختلف شاپروں میں گندگی کے ڈھیر پڑے ہوئے نظر آئے، جو ایسی جگہ پڑے ہوئے تھے، جو بظاہر کوئی کوڑا ڈالنے کی جگہ نہیں تھی، جو کہ کسی پڑوسی نے اپنے گھر سے لاکر دروازہ کے قریب رات کے سناٹے میں پھینکے ہوئے تھے، اور یہ کوئی نیا واقعہ نہیں، اکثر صبح کے وقت یہی منظر دیکھنے کو ملتا ہے، میں نے خود تو اپنے گھر سے روزانہ کوڑا لے جانے کے لئے جمع دار لگا رکھا ہے، جو کہ روزانہ آکر کوڑا لے جاتا ہے، اور اس کو مہینہ پورا ہونے پر اس کی مزدوری دے دی جاتی ہے، لیکن وہ شخص جو رات کے سناٹے میں اپنے گھر سے کوڑا جمع کر کے دوسرے کے دروازہ کے قریب کوڑا پھینکتا ہے، وہ شاید دوسرے کو بے وقوف اور اپنے آپ کو بڑا عقل مند خیال کرتا ہوگا، کہ جو پچاس سو روپیہ مہینہ بھر کے جمع دار کو دینے سے بچا کر رکھ لیتا ہے، مگر اسے یہ سوچنے کی زحمت نہیں ہوئی کہ وہ عقلمندی کے عنوان سے اپنی آخرت کا کتنا بڑا نقصان کر رہا ہے، اور دنیا میں کتنی گھٹیا معاشرت کا نمونہ پیش کر رہا ہے، جو جانوروں کے درجہ سے بھی گری ہوئی معاشرت ہے۔

اولاً تو صفائی ستھرائی کی شریعت کی طرف سے ویسے ہی تعلیم ہے، دوسرے اپنے آپ کو گندگی سے بچا کر سینکڑوں گزرنے والوں اور اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچانا کتنا بڑا گناہ ہے، اس کا اسے دنیا میں اندازہ ہونا مشکل ہے، اور یہ میرے گھر کے دروازہ کے قریب پیش آنے والا کوئی ایک ہی واقعہ نہیں، بلکہ ہم نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہیں کہ جو معاشرہ میں مہذب اور پڑھے لکھے لوگ سمجھے جاتے ہیں، اور مالی اعتبار سے آسودہ اور فراخ حال لوگ شمار کئے جاتے ہیں، مگر جمع دار کو دینے سے چند ٹکے بچانے کی خاطر وہ اس قسم کی حرکات میں مبتلا پائے جاتے ہیں، اور بلا مبالغہ جمع دار کی ماہانہ مزدوری سے زیادہ رقم روزمرہ کی فضولیات کی نظر کر دیتے ہیں، پھر بعض اوقات لوگوں کے منع کرنے اور وہاں لوگوں کو کوڑا ڈالنے سے تحریری طور پر منع کرنے کے باوجود اس حرکت میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔

یہ ہمارے بگڑے ہوئے معاشرے کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔

Idara Ghufran

اس کے علاوہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنی گندگی اور غلاظت والا پائپ جو لوگوں کی عام گزرگاہ کی طرف لگا ہوا ہوتا ہے، اس کی اصلاح و درستگی کا اہتمام نہیں کرتے، اس کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے صبح سے شام تک گندہ اور غلیظ پانی سینکڑوں گزرنے والوں کی تکلیف اور ان کو آلودہ کرنے کا سبب بنتا ہے، اور صبح سے شام تک ہر روز سینکڑوں لوگوں کو تکلیف پہنچانے اور ان کی نماز کے پاک کپڑوں کی نجاست کا سبب بن کر کتنے کبیرہ گناہوں کا ذریعہ بنتا ہے۔

مگر بے حس لوگوں کو سالہا سال گزرنے کے باوجود اس سنگین گناہ سے بچنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

اس قسم کی خرابیوں میں ڈاکٹروں سے لے کر بڑے بڑے وکیل، بلکہ جج تک کی حیثیت اور منصب کے لوگ بھی مبتلا پائے جاتے ہیں۔ جس معاشرہ کے پڑھے لکھے، تہذیب یافتہ طبقہ کا یہ حال ہو، اس کے دوسرے لوگوں کی حالت کا اندازہ لگانا مشکل کام نہیں ہے۔

ہمارے یہاں راستوں اور گزرگاہوں پر اس طرح کے معاشرتی بگاڑ کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

چنانچہ ہمارے یہاں کسی کو گھر کے باہر سے گیس یا پانی کے کنکشن حاصل کرنے یا اس کی اصلاح کی ضرورت پیش آتی ہے، تو راستے میں کھدائی کرا کر عالیشان سڑک یا گلی کی زینت کو نہ صرف خراب کر دیا جاتا ہے، بلکہ گزرنے والوں کی غیر معمولی تکلیف کا بھی سبب بن جاتا ہے۔

جبکہ ذرا سی توجہ اور بہت کم خرچ کے ذریعہ سے اس کی اصلاح کرانا ممکن ہوتا ہے، لیکن اپنی گھریلو اور ذاتی ضرورت پوری کرنے کے بعد یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اب کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا، حالانکہ ان لوگوں کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اپنی ذاتی ضرورت پوری کرنے کے نتیجہ میں ان لوگوں نے کتنے سارے لوگوں کو تکلیف وایذاء میں مبتلا کر دیا ہے، جو اپنی ذاتی تکلیف کے مقابلہ میں کہیں زیادہ سنگین جرم ہے۔

اسی طرح عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ اپنے گھر کی تعمیر اور زیب و زینت کی خاطر کام کاج کے دوران راستے اور گزرگاہ کو خراب کر دیا جاتا ہے، اور اپنے گھر کے حصے کی تعمیر اور زیب و زینت پر تو لاکھوں روپیہ صرف کر دیا جاتا ہے، مگر اس کے نتیجہ میں راستہ اور گزرگاہ میں پڑنے والے شگاف کو ذرا سا مسالہ لگا کر درست نہیں کیا جاتا۔

جس سے بے شمار گزرنے والے تکلیف وایذاء میں مبتلا ہوتے ہیں، بارش کا پانی اور کیچڑ جمع ہونے کی وجہ سے لوگوں کے لباس اور گاڑیوں کا گندہ ہونا معمولی سی بات ہوتی ہے۔

اس قسم کی خرابیوں کی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہونے کی وجہ غربت وافلاس نہیں ہوتی، بلکہ دین سے دوری، جہالت وغفلت اوراجتماعی معاشرتی بے حسی ہوتی ہے۔

اسی طرح عموماً گھروں میں ٹوٹ پھوٹ کے نتیجہ میں جمع ہونے والے کچرے کا ڈھیر بھی گھر سے باہر نکال کر سڑکوں اورگلیوں میں پھینک دیا جاتا ہے،جس کے نتیجہ میں ہر عام وخاص گزرنے والا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔

راستوں اور گزرگاہوں پر دوسروں کی تکلیف وایذا پہنچانے کی ایک عام پیش آنے والی شکل یہ بھی ہے کہ گاڑی یا موٹر سائیکل کھڑی کرنے والا عام طور پر اس کا خیال نہیں کرتا کہ وہ کس جگہ اور کس طرح سے گاڑی یا موٹر سائیکل کھڑی کررہا ہے،اوراُس کے اِس طرزِ عمل کے نتیجہ میں گزرنے والے کتنے لوگ تکلیف وایذا اٹھارہے ہیں،بعض اوقات تو گھر میں دستک دے کر گاڑی یا موٹر سائیکل ہٹانے کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی صورت میں گاڑی غلط جگہ کھڑی کرنے والے کوخود بھی اپنی راحت وآرام اور ضرورت کو چھوڑ کر باہر آنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے،لیکن یہ سب کچھ برداشت کیا جاتا ہے،مگر شروع میں ہی گاڑی وغیرہ کھڑی کرتے وقت اس کوصحیح جگہ اورصحیح طرح کھڑی کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔

اور یہ مسئلہ صرف گاڑی اور موٹر سائیکل تک محدود نہیں، سائیکل اور ریڑھی پر دودھ، برتن اور سبزی ودیگر اشیاءفروخت کرنے والوں کا بھی یہی حال ہے کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں اپنی سائیکل اور ریڑھی کو روک کرکھڑے ہوجاتے ہیں،اورگزرگاہ کے عین درمیان میں اپنی دوکان لگاتے ہیں،اورگزرنے والوں کے لئے تکلیف وایذاء کا باعث بنتے ہیں۔

یہی حال رکشہ،تانگہ اورٹیکسی وغیرہ چلانے والوں کا بھی ہے،چندٹکوں کے لئے سواری لینے یا اتارنے کے لئے وہ بھی کسی قاعدہ وقانون کے پابند نظر نہیں آتے، جہاں چاہا اچانک رُک کرکھڑے ہوجاتے ہیں،اور پیچھے سے آنے والے سینکڑوں لوگوں کو روک کرکھڑے ہوجاتے ہیں،جن میں بعض سیریس مریض بھی شامل ہوتے ہیں۔

صرف راستوں اورگزرگاہوں پراس قسم کے مناظر ہمارے یہاں روزمرہ کا معمول بن کررہ گئے ہیں،اوران مناظر کو دیکھ کرواضح ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں لوگوں کومعاشرہ کے ابجد کا بھی علم نہیں،اوراگر ہے بھی تواس پرعمل نہیں۔

معلوم نہیں کہ معاشرتی بگاڑ اور دوسرے کی ایذاءرسانی کا یہ سلسلہ کب ختم ہوگا،اور مسلمان اپنے مذہب کے معاشرتی احکام کب سیکھیں گے،اوراصلاحِ معاشرہ کا ابتدائی قاعدہ بھی کب پڑھیں گے۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۷۳ آیت۱۱۸) مفتی محمد رضوان

جاہلوں کی باتیں کہ ''اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتا''

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا یُکَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَةٌ. کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ. تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ. قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ (۱۱۸)

اور جو لوگ علم نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ: ہم سے اللہ (براہِ راست) کیوں بات نہیں کرتا؟ یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ جو لوگ اِن سے پہلے گزرے ہیں، وہ بھی اسی طرح کی باتیں کہتے تھے جیسی یہ کہتے ہیں۔ ان سب کے دل ایک جیسے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ یقین کرنا چاہیں، اُن کے لیے ہم نشانیاں پہلے ہی واضح کر چکے ہیں (۱۱۸)

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیت میں اہلِ کتاب اور مشرکین کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں جو شبہات اور خیالات تھے، اُن کا بیان تھا۔

اب اس آیت میں اہلِ کتاب اور مشرکین کی طرف سے رسالت کے بارے میں شبہات کا ذکر ہے۔

فرماتے ہیں:

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا یُکَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَةٌ.

اور جو لوگ علم نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے (براہِ راست) کیوں بات نہیں کرتا؟ یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟

مطلب یہ ہے کہ بعض جاہل اہلِ کتاب اور مشرکین رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جیسے فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں، اُسی طرح ہم سے خود بالمشافہ اور بلاواسطہ بات کیوں نہیں فرماتے؟ جیسے فرشتوں کے ذریعے سے بطور وحی انبیاء سے کلام فرماتے ہیں، اُس طرح ہم سے کلام کرتے ہوئے

ہمیں اپنے احکامات بتلادیں، تاکہ ہمیں دوسرے رسول کی ضرورت ہی نہ رہے؛ یا پھر اتنا کہہ دیں کہ یہ ہمارے نبی اور رسول ہیں، تو ہم ان کی رسالت کے قائل ہوجائیں، اوران کی اطاعت کرنے لگیں، یا اگر اللہ تعالیٰ ہم سے براہِ راست بات نہیں کرتے تو کم ازکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی آجائے کہ جسے دیکھ کر ہمیں غور وفکر کیے بغیر فوراً آپ کی نبوت کا یقین آجائے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جاہلوں اور نادانوں کا کوئی نیا سوال اور نیا مطالبہ نہیں، بلکہ جو جاہل ان سے پہلے گزرے ہیں، وہ بھی ایسی ہی باتیں کہتے تھے۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ.

اور یہ بات کرنا ان کے جاہل اور نادان ہونے کی دلیل ہے کہ دنیاوی بادشاہوں اور امیروں سے بات کرنے کی بھی ان کی حیثیت نہیں، اس کے باوجود اپنے کو اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کا اہل سمجھتے ہیں۔

نیز اگر ہر شخص کا اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا رتبہ ہوتا، تو پھر انبیاء اور رسولوں کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا دنیا میں کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں سلطنت کے حکم کو نہیں مانوں گا، جب تک کہ بادشاہ یا صدر خود بالمشافہ مجھ سے آکر یہ نہ کہہ دے کہ یہ میرا پیغام رساں ہے، تم اس کی اطاعت کرنا۔

اور کیونکہ بعض اہلِ کتاب اور مشرکین کی یہ بات بالکل مہمل تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا؛ بلکہ اس جاہلانہ سوال کے پیدا ہونے کی وجہ بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ.

ان سب کے دل ایک جیسے ہیں۔

یعنی اس زمانے کے کافر اگرچہ پہلے زمانہ کے کافروں سے بہت بعد ہیں، اور آپس میں کوئی سلسلہ بھی نہیں، مگر دل سب کے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، اسی وجہ سے جو شبہات اور خیالات ان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں، وہ ایک طرح کے ہیں۔

ان اہلِ کتاب اور مشرکین کے اپنی پسند کے معجزات کا مطالبہ کرنے کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ تو اپنی من پسند کی ایک نشانی کا مطالبہ کررہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کے لیے کئی واضح اور روشن نشانیاں ظاہر کرچکے ہیں، مگر افسوس ان نادان اہلِ کتاب اور مشرکین کو ان روشن اور واضح

معجزات سے کوئی نفع نہ ہوا، کیونکہ یہ واضح نشانیاں ان لوگوں کے لیے فائدہ مند ہیں، جو یقین اور اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور ضدی اور معاند نہیں ہیں، لیکن کیونکہ اعتراض کرنے والوں کا مقصد ضد اور ہٹ دھرمی ہے، اس لیے درحقیقت تحقیق اُن کا مقصد نہیں، اس لیے یہ ان سے فائدہ اُٹھانے سے محروم ہیں۔

اہلِ کتاب کو جاہل کہنے کی وجہ

اگرچہ یہود ونصاریٰ اہلِ کتاب تھے، ان میں اہلِ علم بھی تھے، اس کے باوجود مذکورہ آیت میں اُن کو اللہ تعالیٰ نے لاعلم اور جاہل فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن اہلِ کتاب کے شبہات اور خیالات کی اصلاح اور تردید کے لیے کئی حتمی اور مضبوط دلائل بیان کردیے گئے تھے، اس کے باوجود اُن کا انکار کرنا جاہلوں والا طرزِ عمل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو لاعلم اور جاہل فرمایا۔

(معارف القرآن عثمانی، وادریسی، بتغیر)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۶ ''سودی لین دین سے پرہیز کیجئے''﴾

ترجمہ: اور یہ جو تم سود دیتے ہوتا کہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھ جائے، تو وہ اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں ہے، اور جو زکاۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو تو جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں، وہ ہیں جو (اپنے مال کو) کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سود سے اگرچہ بظاہر مال کی زیادتی نظر آتی ہے مگر درحقیقت زیادتی نہیں بلکہ بہت سی ہلاکتوں اور نقصانات کا باعث ہے، جبکہ زکوٰۃ دینے میں اگرچہ مال میں کمی نظر آتی ہے مگر درحقیقت وہ کمی نہیں بلکہ ہزاروں برکات واضافوں کا باعث ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ مال ہے جو اس نیت سے کسی کو دیا جائے کہ وہ بدلے میں اس سے زیادہ دے گا، چونکہ دینے میں غرض فاسد ہے، اس وجہ سے اگرچہ وہ مال بظاہر بڑھ جائیگا مگر اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا، جبکہ صدقات سے جن میں اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے اگرچہ مال بظاہر گھٹتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دگنا چوگنا ہو جاتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سود شرعاً حرام ہے، اور اسکی حرمت ایسی سخت ہے کہ اس کی مخالفت کرنے پر اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ فرمایا گیا ہے۔　(جاری ہے..........)

درسِ حدیث
مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط۱۰)

جاندار کی تصویر والے مقام پر نماز پڑھنا

جس مقام پر جاندار چیز کی تصویر ہو، وہاں نماز پڑھنا خشوع کے خلاف اور مکروہ ہے، کیونکہ یہ بت پرستوں کے ساتھ مشابہت اور تصویروں کی تعظیم میں داخل ہے، وہ تصویروں کو لٹکا کر ان کی تعظیم وعبادت کرتے ہیں، اور مومن کی عبادت اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ خاص ہے، اور خشوع اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے سامنے اپنے آپ کو حقیر ظاہر کرنے سے پیدا ہوتا ہے، لہٰذا جو چیز اس مقصد میں مُخل ہوگی، وہ یقیناً خشوع کے خلاف ہوگی، کیونکہ تصویر کی موجودگی میں نماز پڑھنے میں غیرُ اللہ کی تعظیم کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ (بخاری حدیث نمبر ۴۱۶، باب الصَّلَاةِ فِي الْبِيعَةِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيلِ الَّتِي فِيهَا الصُّوَرُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِي الْبِيعَةِ إِلَّا بِيعَةً فِيهَا تَمَاثِيلُ)

ترجمہ: حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک گرجا کا ذکر کیا، جس کو انہوں نے حبشہ کے علاقے میں دیکھا تھا، جس کو ماریہ کہا جاتا تھا، حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اُس گرجا میں موجود تصاویر کے دیکھنے کا ذکر کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے یہاں جب کوئی نیک صالح بندہ یا فرمایا نیک صالح آدمی فوت ہوجاتا تھا، تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے تھے، اور اس میں یہ تصاویر رکھ لیتے تھے، یہ لوگ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں شریر ترین لوگ ہیں (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں حضورﷺ نے تصاویر رکھ کر عبادت کرنے والوں کو شریر ترین لوگ قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جاندار کی تصاویر کے سامنے نماز پڑھنا تصویر و بت پرستوں کے ساتھ مشابہت اور گناہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكِ هَذَا فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ فِي صَلَاتِي (بخاری حديث نمبر ۳٦۱؛ مسند احمد، حديث نمبر ۱۲۵۳۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک باریک منقش پردہ تھا، جس کو انہوں نے اپنے گھر کی طرف لٹکا لیا۔ تو نبیﷺ نے فرمایا کہ ہم سے اپنے اس پردے کو دُور کردو، کیونکہ اس کی تصاویر میری نماز میں برابر خلل ڈالتی رہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت قاسم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

كان فى بيتى ثوب فيه تصاوير فجعلته على سهوة فى البيت فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى إليه ثم قال يا عائشة أخريه عنى فنزعته فجعلته وسائد (سنن كبرىٰ نسائى، الصلاة إلى ثوب فيه تصاوير ، حديث نمبر ۸۳۷)

ترجمہ: میرے گھر میں ایک تصویروں والا کپڑا تھا، جسے میں نے غلطی سے گھر میں رکھ لیا تھا، رسول اللہﷺ (ابتداء میں) اس کی طرف نماز پڑھتے تھے، پھر فرمایا کہ اے عائشہ اسے مجھ سے دُور کردو، تو میں نے اُسے اُتارلیا، اور اُس سے تکیے بنا لیے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی جاندار اور ذی روح کی تصویر کے سامنے نماز پڑھنے کو حضورﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔ لہٰذا نمازی کے سامنے تصویر کا ہونا خشوع کے خلاف اور مکروہ ہوا۔ [۱]

---

[۱] نیز حضورﷺ نے تصویر کے سامنے پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ نہیں فرمایا، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کا اعادہ واجب نہیں، اگرچہ بعض فقہاء نے واجب الاعادہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے، واللہ اعلم۔

وعن أنس قال كان قرام وهو بالكسر ستر رقيق فيه نقوش ورقم كذا قاله بعضهم وقال الطيبى القرام هو الستر الرقيق وقيل الصفيق من صوف ذى ألوان وقيل مطلق الستر القرام الستر الرقيق وراء الستر الغليظ ولذا أضافه فى حديث آخر وقيل القرام ستر لعائشة سترت به جانب بيتها وهو يحتمل جانب الباب وجانب الجدار فقال أى لها كما فى نسخة النبى أميطى أى أزيلى عنا قرامک هذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت اسلم سے روایت ہے:

أن عمر :حين قدم الشام صنع رجل من النصارى طعاما وقال لعمر :إنى أحب أن تجيئنى وتكرمنى أنت وصاحبك وهو رجل من عظماء النصارى فقال عمر : إنا لا ندخل كنائسكم ، يعنى من أجل الصور التى فيها التماثيل

(الأوسط لابن المنذر، حديث نمبر ۷۴۹)

ترجمہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملکِ شام تشریف لائے، تو عیسائیوں میں سے ایک آدمی نے کھانا تیار کیا، اورحضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیں، اورآپ اورآپ کے ساتھی مجھے اِکرام بخشیں، اور یہ آدمی عیسائیوں کے بڑے (مقتداء) لوگوں میں سے تھا۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے گرجوں میں اس لیے داخل نہیں ہوتے کہ اُن میں جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت مقسم فرماتے ہیں کہ:

عن ابن عباس :أنه كان لا يصلى فى كنيسة فيها تماثيل وإن صار إلى ذلك يخرج فيصلى فى المطر (الأوسط لابن المنذر، حديث نمبر ۷۵۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس اُس گرجے میں نماز نہیں پڑھتے تھے، جس میں جانداروں کی تصویریں ہوتی تھیں، اوراگر (اتفاق سے) کسی گرجے میں ہوتے تو اس سے باہر تشریف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإنه الضمير للشأن أو القرام وفى نسخة فإنها فالضمير للقصة لا يزال تصاويره جمع تصوير بمعنى الصورة أى تماثيله أو نقوشه تعرض أى لى كما فى نسخة يعنى تظهر فى صلاتى وتشغلنى عنها(مرقاة، كتاب الصلاة، باب الستر)

فيه :أنس قال :(كان قرام لعائشة سترت به جانب بيتها ، فقال النبى (ﷺ) : أميطى عنا قرامك هذا ، فإنه لا تزال تصاويره تعرض فى صلاتى) . فهذا الباب يشبه الذى قبله ؛ لأنه لما نهى عن القرام الذى فيه التصاوير ، علم أن النهى عن لباسه أشد وأوكد ، وهذا كله على الكراهية ، ومن صلى بذلك أو نظر إليه ، فصلاته مجزئة عند العلماء ؛ لأنه (ﷺ) لم يعد الصلاة .قال المهلب :وإنما أمر باجتناب مثل هذا لإحضار الخشوع فى الصلاة وقطع دواعى الشغل ، والقرام :ثوب صوف ملون ، عن الخليل (شرح صحيح بخارى لابن بطال ،باب إن صلى فى ثوب مصلب أو تصاوير هل تفسد صلاته وما ينهى عن ذلك)

عن أنس قال كان قرام لعائشة قد سترت به جانب بيتها فقال رسول الله ﷺ" :أميطى عنا قرامك هذا فإنه لا تزال تصاويره تعرض لى فى صلاتى . "قال أبو عمر :ولم يذكر إعادة(التمهيد لما فى المؤطا،باب العين ، الحديث الثانى والعشرون)

لاکر بارش میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جاندار کی تصاویر موجود ہونے کی وجہ سے گرجے میں نماز نہیں پڑھتے تھے، اگر چہ بارش میں نماز پڑھنے کے لیے کیوں نہ آنا پڑتا۔

اور حضرت مقسم ہی سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا تُصَلِّ فِي بَيْتٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ (مصنف ابن ابی شیبة، الصلاة فی الْبَیْتِ فِیهِ تَمَاثِیلُ، حدیث نمبر ۴۶۱۶)

ترجمہ: آپ ایسے گھر میں نماز نہ پڑھیں، جس میں تصاویر ہوں (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث وروایات سے استدلال کرتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ جاندار چیز کی تصویر والے مقام پر نماز پڑھنا ممنوع اور گناہ ہے۔اور جاندار کی تصویر بنانا، بنوانا اس کو لٹکانا اپنی ذات میں بھی گناہ ہے، اور تصویر والے مقام پر نماز کے ممنوع ہونے کی بنیادی وجہ بت وتصویر پرستوں کے ساتھ مشابہت اور تصویر کی تعظیم ہے۔

چند متفرق مسائل

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ:...... جاندار کی تصویر والے مقام میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن سب سے زیادہ بُرائی اور شدید کراہت اس صورت میں ہے جبکہ تصویر قبلے کی طرف نمازی کے سامنے ہو (کیونکہ اس صورت میں بت پرستوں کے ساتھ مشابہت اور تصویر کی تعظیم میں زیادتی پائی جاتی ہے) اور پھر بُرائی اس صورت میں ہے جبکہ تصویر نمازی کے سَر کے اوپر ہو، اور پھر اس صورت میں ہے جبکہ تصویر نمازی کے دائیں اور بائیں جانب ہو، اور پھر اس صورت میں ہے جبکہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو (کیونکہ ان صورتوں میں بت پرستوں کے ساتھ مشابہت اور تصویر کی تعظیم میں درجہ بدرجہ کمی وتخفیف پائی جاتی ہے) اور یہ حکم نماز کے مکروہ ہونے سے متعلق ہے۔جہاں تک جاندار کی تصویر بنانے کا تعلق ہے، تو وہ بلاضرورتِ شرعی بہر حال ناجائز ہے۔ [1]

---

[1] قالوا وأشدها كراهة ما يكون على القبلة أمام المصلى والذى يليه ما يكون فوق رأسه والذى يليه ما يكون عن يمينه ويساره على الحائط والذى يليه ما يكون خلفه على الحائط أو الستر(البحرالرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه أو (بحذائه) يمنة أو يسرة أو محل سجوده (تمثال) ولو فى وسادة منصوبة لا مفروشة (واختلف فيما إذا كان) التمثال (خلفه والأظهر الكراهة)(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:...... ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، جس میں جاندار چیز کی تصویر ہو، البتہ اگر وہ لباس کسی دوسرے لباس کے نیچے چھپا دیا جائے، تو پھر نماز مکروہ نہیں۔ ۱

مسئلہ:...... اگر روپیہ یا سکہ وغیرہ میں جاندار کی تصویر بنی ہو، یا تصویر والا شناختی کارڈ ہو، لیکن وہ جیب میں چھپا ہوا رکھا ہو، تو اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وعلة كراهة الصلاة بها التشبه.......... (قوله والأظهر الكراهة) لكنها فيه أيسر لأنه لا تعظيم فيه ولا تشبه معراج ، وفي البحر قالوا :وأشدها كراهة ما يكون على القبلة أمام المصلي ، ثم ما يكون فوق رأسه ثم ما يكون عن يمينه ويساره على الحائط ، ثم ما يكون خلفه على الحائط أو الستر .ا هـ .

قلت :وكأن عدم التعظيم في التي خلفه وإن كانت على حائط أو ستر أن في استدبارها استهانة لها ، فيعارض ما في تعليقها من التعظيم ، بخلاف ما على بساط مفروش ولم يسجد عليها فإنها مستهانة من كل وجه ، وقد ظهر من هذا أن علة الكراهة في المسائل كلها إما التعظيم أو التشبه على خلاف ما يأتي........... إذا كانت على بساط في موضع السجود فقد مر أنه يكره مع أنها لا تمنع دخول الملائكة وليس فيها تشبه لأن عبدة الأصنام لا يسجدون عليها ، بل ينصبونها ويتوجهون إليها ، إلا أن يقال فيها صورة التشبه بعبادتها حال القيام والركوع وتعظيم لها إن سجد عليها ا هـ ملخصا من الحلية والبحر ، أقول :الذي يظهر من كلامهم أن العلة إما التعظيم أو التشبه كما قدمناه ، والتعظيم أعم ؛ كما لو كانت عن يمينه أو يساره أو موضع سجوده فإنه لا تشبه فيها بل فيها تعظيم ، وما كان فيه تعظيم وتشبه فهو أشد كراهة ، ولهذا تفاوتت رتبتها كما مر وخبر جبريل عليه السلام معلول بالتعظيم بدليل الحديث الآخر وغيره ، فعدم دخول الملائكة إنما هو حيث كانت الصورة معظمة ، وتعليل كراهة الصلاة بالتعظيم أولى من التعليل بعدم الدخول لأن التعظيم قد يكون عارضا لأن الصورة إذا كانت على بساط مفروش تكون مهانة لا تمنع من الدخول ، ومع هذا لو صلى على ذلك البساط وسجد عليها تكره لأن فعله ذلك تعظيم لها.......... (تنبيه) هذا كله في اقتناء الصورة ، وأما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقا لأنه مضاهاة لخلق الله تعالى كما مر(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فرع لا بأس بتكليم المصلي وإجابته برأسه، ملخصاً)

۱ (ولبس ثوب فيه تصاوير) لأنه يشبه حامل الصنم فيكره ، وفي الخلاصة وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه أو لم يصل اهـ. وهذه الكراهة تحريمية (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(قوله أو ثوب آخر) بأن كان فوق الثوب الذي فيه صورة ثوب ساتر له فلا تكره الصلاة فيه لاستتارها بالثوب بحر(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فرع لا بأس بتكليم المصلي وإجابته برأسه)

۲ قلت :لكن مراد الخلاصة اللبس المصرح به في المتون ، بدليل قوله في الخلاصة بعد ما مر :أما إذا كان في يده وهو يصلي لا يكره وكلام النووي في فعل التصوير ، ولا يلزم من حرمته حرمة الصلاة فيه بدليل أن التصوير يحرم ، ولو كانت الصورة صغيرة كالتي على الدرهم أو كانت في اليد أو مستترة أو مهانة مع أن الصلاة بذلك لا تحرم ، بل ولا تكره لأن علة حرمة التصوير المضاهاة لخلق الله تعالى ، وهي موجودة في كل ما ذكر .وعلة كراهة الصلاة بها التشبه وهي مفقودة فيما ذكر كما يأتي ، فاغتنم هذا التحرير(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فرع لا بأس بتكليم المصلي وإجابته برأسه)

مسئلہ:......اگر جاندار چیز کی تصویر سجدہ والی جگہ ہو،تو بھی نماز مکروہ ہے،البتہ اگر پیروں والی جگہ ہو،تو نماز مکروہ نہ ہوگی (لانہا مستہانۃ من کل وجہ) ۱؎

مسئلہ:......اگر تصویر کسی جاندار چیز کی نہ ہو، یا جاندار چیز کی تو ہو،لیکن اس کا کوئی ایسا عضو مٹا دیا جائے، جس کے بغیر وہ جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی،مثلاً چہرہ (بخلاف آنکھوں اور پاؤں وغیرہ کے کہ ان کے بغیر جاندار چیز زندہ رہ سکتی ہے) یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس کے اعضاء زمین پر ہونے کی حالت میں نمازی کو دکھائی نہ دیتے ہوں،تو ان صورتوں میں نماز مکروہ نہ ہوگی۔ ۲؎

۱؎ (و) لا يكره (لو كانت تحت قدميه) أو محل جلوسه لأنها مهانة(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(قوله منصوبة) أى بحيث لا توطأ ولا يتكأ عليها قال فى الهداية :ولو كانت الصورة على وسادة ملقاة أو على بساط مفروش لا يكره لأنها تداس وتوطأ ، بخلاف ما إذا كانت الوسادة منصوبة أو كانت على الستر لأنها تعظيم لها............(قوله تحت قدميه) وكذا لو كانت على بساط يوطأ أو مرفقة يتكأ عليها كما فى البحر والمرفقة وسادة الاتكاء كما فى المغرب(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،فرع لا بأس بتكليم المصلى وإجابته برأسه)

وأنها إذا كانت تحت قدميه لا يكره اتفاقا وفى الخلاصة ولا بأس بأن يصلى على بساط فيه تصاوير لكن لا يسجد عليها ثم قال ثم التمثال إن كان على وسادة أو بساط لا بأس باستعمالهما وإن كان يكره اتخاذهما(البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

۲؎ (أو فى يده) عبارة الشمنى بدنه لأنها مستورة بثيابه (أو على خاتمه) بنقش غير مستبين .قال فى البحر ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر ، وأقره المصنف (أو كانت صغيرة) لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائما وهى على الأرض ، ذكره الحلبى .(أو مقطوعة الرأس أو الوجه) أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه (أو لغير ذى روح لا) يكره لأنها لا تعبد وخبر جبريل مخصوص بغير المهانة كما بسطه ابن الكمال :واختلف المحدثون فى امتناع ملائكة الرحمة بما على النقدين ، فنفاه عياض ، وأثبته النووى (الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(قوله أو مقطوعة الرأس) أى سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحى ، وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر ، أو بطليه بمغرة أو بنحته ، أو بغسله لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة وأما قطع الرأس عن الجسد بخيط مع بقاء الرأس على حاله فلا ينفى الكراهة لأن من الطيور ما هو مطوق فلا يتحقق القطع بذلك ، وقيد بالرأس لأنه لا اعتبار بإزالة الحاجبين أو العينين لأنها تعبد بدونها وكذا لا اعتبار بقطع اليدين أو الرجلين بحر (قوله أو ممحوة عضو إلخ) تعميم بعد تخصيص ، وهل مثل ذلك ما لو كانت مثقوبة البطن مثلا .والظاهر أنه لو كان الثقب كبيرا يظهر به نقصها فنعم وإلا فلا ؛ كما لو كان الثقب لوضع عصا تمسك بها كمثل صور الخيال التى يلعب بها لأنها تبقى معه صورة تامة تأمل (قوله أو لغير ذى روح) لقول ابن عباس للسائل "فإن كنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر وما لا نفس له "رواه الشيخان ، ولا فرق فى الشجر بين المثمر وغيره خلافا لمجاهد بحر (قوله لأنها لا تعبد) أى هذه المذكورات وحينئذ فلا يحصل التشبه (رد المحتار، كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،فرع لا بأس بتكليم المصلى وإجابته برأسه)

مسئلہ:...... جاندار کی تصویر موجود ہونے کی جن جن صورتوں میں نماز مکروہ ہے، تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہونا ہے، اور جو نماز مکروہ تحریمی طریقہ پر پڑھی جائے، اس کے بارے میں فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس کو لوٹانا واجب ہے (پھر بقول بعض وقت کے اندر لوٹانا واجب ہے، اور وقت گزرنے کے بعد واجب نہیں، صرف استغفار کیا جائے) اس کا تقاضا یہ ہے کہ جاندار کی تصویر کی موجودگی میں کراہت کے ساتھ پڑھی گئی نماز کا لوٹانا واجب ہو، اور احتیاط بھی اسی پر عمل کرنے میں ہے۔

البتہ یہ کراہت نماز کے داخلی ارکان وافعال سے تعلق نہیں رکھتی، بلکہ ایک خارجی وجہ سے نماز میں کراہت آئی ہے، جس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ایسی نماز کا اعادہ واجب نہیں، اس لئے گنجائش اس پر عمل کرنے کی بھی ہے، بالخصوص جس نے لاعلمی یا عذر میں ایسی جگہ نماز پڑھی ہو۔ [۱] (جاری ہے............)

---

[۱] قلت ویؤیده فعل رسول الله صلى الله علیه وسلم انه لم یعد الصلاة التی صلى بین التمثال کما مر.

بقی هنا شیء ، وهو أن صلاة الجماعة واجبة على الراجح فی المذهب أو سنة مؤكدة فی حكم الواجب كما فی البحر وصرحوا بفسق تاركها وتعزيره ، وأنه يأثم ، ومقتضى هذا أنه لو صلى مفردا يؤمر بإعادتها بالجماعة ، وهو مخالف لما صرحوا به فی باب إدراك الفريضة من أنه لو صلى ثلاث ركعات من الظهر ثم أقيمت الجماعة يتم ويقتدی متطوعا ، فإنه كالصريح فی أنه ليس له إعادة الظهر بالجماعة مع أن صلاته منفردا مكروهة تحريما أو قريبة من التحريم ، فيخالف تلك القاعدة ، إلا أن يدعى تخصيصها بأن مرادهم بالواجب والسنة التی تعاد بتركه ما كان من ماهية الصلاة وأجزائها فلا يشمل الجماعة لأنها وصف لها خارج عن ماهيتها ، أو يدعى تقييد قولهم يتم ويقتدی متطوعا بما إذا كانت صلاته منفردا لعذر كعدم وجود الجماعة عند شروعه فلا تكون صلاته منفردا مكروهة والأقرب الأول ، ولذا لم يذكروا الجماعة من جملة واجبات الصلاة لأنها واجب مستقل بنفسه خارج عن ماهية الصلاة ، ويؤيده أيضا أنهم قالوا يجب الترتيب فی سور القرآن ، فلو قرأ منكوسا أثم لكن لا يلزمه سجود السهو لأن ذلك من واجبات القراء ة لا من واجبات الصلاة كما ذكره فی البحر فی باب السهو ، لكن قولهم كل صلاة أديت مع كراهة التحريم يشمل ترك الواجب وغيره ، ويؤيده ما صرحوا به من وجوب الإعادة بالصلاة فی ثوب فيه صورة بمنزلة من يصلی وهو حامل الصنم .(تنبيه) قيد فی البحر فی باب قضاء الفوائت وجوب الإعادة فی أداء الصلاة مع كراهة التحريم بما قبل خروج الوقت ، أما بعده فتستحب (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب واجبات الصلاة)

(قوله أی وجوبا فی الوقت إلخ) لم أر من صرح بهذا التفصيل سوى صاحب البحر ، حيث استنبطه من كلام القنية ، حيث ذكر فی القنية عن الوبری أنه إذا لم يتم ركوعه ولا سجوده يؤمر بالإعادة فی الوقت لا بعده ، ثم ذكر عن الترجمانی أن الإعادة أولى فی الحالين .ا هـ .قال فی البحر :فعلى القولين لا وجوب بعد الوقت .فالحاصل أن من ترك واجبا من واجباتها أو ارتكب مكروها تحريميا لزمه وجوبا أن يعيد فی الوقت ، فإن خرج أثم ولا يجب جبر النقصان بعده .فلو فعل فهو أفضل .ا هـ (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت)

قالوا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها .وزاد ابن الهمام وغيره :ومع كراهة التنزيه تستحب الإعادة ، ولا شك فی كراهة ترك الجماعة على القول بسنيتها أو وجوبها لوجود الإثم على القولين ، إلا أن يجاب بحمل ما هنا على ما إذا تركها بعذر ، وهو خلاف ما يتبادر من كلامهم وقدمنا تمام الكلام على ذلك فی واجبات الصلاة ، ولم يظهر لی جواب شاف فليتأمل (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة)

Idara Ghufran

 مفتی محمد امجد حسین

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

تعلیم

(۲)......سبیلُ الرُّشدُ سے انحراف اور سبیلُ الغَیّ کے امتثال کا ہماری ریاستی اور قومی زندگی میں ایک وسیع میدان تعلیم کا میدان بھی ہے، انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ تعمیرِ سیرت، کردار سازی اور دل و دماغ کی پاکیزگی وتطہیر کا اہم ترین اور مؤثر ذریعہ تعلیم ہے،قومیں اور معاشرے اپنے مذہب، روایات، اقدار کو ملحوظ رکھ کر اور اپنی تہذیب وثقافت سے ہم آہنگ ہوکر اپنا تعلیمی نظم اور سسٹم تشکیل دیتے ہیں، اسلام اور امتِ مسلمہ کو زندگی کے باقی شعبوں کی طرح تعلیم کے میدان میں بھی دوسرے مذاہب اور اقوام پر نمایاں فوقیت اور امتیازات حاصل ہیں، مسلمانوں کا تعلیمی نظم، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تشکیل پاتا ہے، اور اس آفاقی دین کا ایک لازمی حصہ اور جزء ہے، جو ایک طرف مسلمان بچوں کو انسانیت کے جوہر سے آراستہ کرتا ہے، سیرت وکردار کی بلندیوں پر انہیں فائز کرتا ہے،تو دوسری طرف تسخیرِ کائنات کے حوصلے ان کو عطا کرتا ہے، تیسرا پہلو مسلمانوں کے نظامِ تعلیم کا یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی نوخیز نسلوں میں غیرت وخودداری، بلند حوصلگی وعالی ظرفی اور دنیا کی قیادت وسیادت اور امامت کا جذبہ وشعور پیدا کرتا ہے (نہ کہ غلامانہ سوچ، احساسِ کمتری، اور دوسری قوموں کا جھوٹا چاٹنے کی کمینی خصلتیں اپنانے کا خوگر) مسلمانوں کے عہدِ گزشتہ کے عروج وعظمتوں میں ان کے نظامِ تعلیم کا بڑا حصہ ہے۔

چوتھی اہم خصوصیت اسلامی نظامِ تعلیم کی یہ ہے کہ یہ ایک دنیاداری کا دھندہ، تجارتی عمل یا پیٹ پوجا کو مقصد بنا کر اس کا محض ایک ذریعہ وواسطہ نہیں، بلکہ ایک مقدس روحانی عمل ہے، جس میں عبادت کی شان پائی جاتی ہے، جس سے اللہ کی قربت اور روح کی بالیدگی حاصل ہوتی ہے، قرآن وحدیث علم کی فضیلت سے لبریز ہیں، طلبِ علم کے لئے نکلنے والے کے حق میں فرشتوں کی دعا کرنا، اس کے قدموں کے نیچے اس کے اعزاز وپروٹوکول کے طور پر اپنے پر بچھانا، کائنات کی بے زبان مخلوقات کا اس کے لئے دعا کرنا، دین کے ایک ایک مسئلہ، ایک ایک باب کے سیکھنے پر دس دس رکعتوں، سوسو رکعتوں کے برابر اجر وثواب حاصل ہونا،

Idara Ghufran

طلبِ علم کے عمل کو فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے کا عمل قرار دینا، طلبِ علم کے دوران فوت ہو جانے کو ایک قسم کی شہادت کی موت قرار دینا، وغیرہ، یہ تمام خصائص وامتیازات اسلام میں علم کی حیثیت ووقعت کو بتلاتے ہیں، اس کا مقام ومرتبہ واضح کرتے ہیں، اوراس کی اصلیت وحقیقت متعین کرتے ہیں، کہ یہ مقدس عمل مادی کثافتوں یاپیٹ پوجا جیسے بالکل رذیل ومعمولی مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ نہیں، بلکہ بہت اونچا فریضہ ہے، جوانسان کو انسانیت کا جامہ پہناتا ہے، اور تسخیرِ کائنات کے عمل میں بھی انسان کو شیطان کا ہمنوا اور سفلی خواہشات ونفس پرستی کا متوالا نہیں بلکہ اعلیٰ انسانی اقدار واخلاقی صفات کا حامل اور فرشتوں کا ہمراز بناتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد تعلیم کے باب میں ہمارے لئے ''سبیل الرشد'' یہ تھا کہ ہم اسلام میں تعلیم کے مذکورہ بالا مقاصد وخصائص کو پیشِ نظر رکھ کر اس نئے اسلامی اسٹیٹ میں تعلیم کا ایک جامع ومربوط نظام اور نصابِ تعلیم تشکیل دیتے، جس میں اسلامیت کی روح رچی بسی ہوتی (خواہ وہ فنی وٹیکنیکل تعلیم ہو، خواہ کوئی اور عمومی یاخصوصی تعلیمی سلسلہ ہو) جو ہماری نوخیز نسلوں کا رشتہ اپنے دین سے جوڑتا، اپنے ماضی کی درخشندہ تاریخ سے جوڑتا، فکر وفن کے سب شعبوں میں ہزار بارہ سوسال میں جو مشاہیرِ اسلام گزرے ہیں، ان کے کارناموں، ان کی تاریخ اوران کی سیرت وسوانح سے ان کو اس طور پر متعارف کراتا کہ مسلمان نسل اپنے دین سے روشنی لے کر اپنے ماضی کی روایات کو معیار بنا کر، اپنے اسلاف کے کارناموں کو پھر سے دنیا میں زندہ کرتی، امت کی نشاۃِ ثانیہ اوراسلام کے عروجِ سابق کے حصول کو اپنا مقصد بناتی، اوراس راہ میں اپنی تمام توانیاں اورصلاحیتیں لگانے کو اپنی عین سعادت سمجھتی۔

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے　　　میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

لیکن ہم نے اس سبیل الرشد سے پوری ڈھٹائی کے ساتھ انحراف کرتے ہوئے لارڈ میکالے کے اسی فرسودہ نظامِ تعلیم کو گلے سے لگائے رکھا، جو انگریزوں نے سامراجی واستحصالی مقاصد کے لئے غلام ہندوستان پر مسلط کیا تھا، جس کا مقصد خود لارڈ میکالے کے بقول ''ہندوستانی انگریزوں'' کی کھیپ پیدا کرنا تھا، یعنی دیسی غلاموں کی ایسی ٹیم جو رنگ ونسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہوں، لیکن سوچ ومزاج کے لحاظ سے انگریز ہوں، اور ریاستی مشینری کو چلانے کے لئے انگریز افسروں کی ماتحتی میں نچلے درجے کی ملازمتوں پر فائز ہو کر کارِ سرکار میں بدیسی سامراجی گورنمنٹ کی معاونت کریں، مغربی تعلیم کی بھٹی سے

ڈھل کر نکلنے والی کاسہ لیسوں کی یہی ٹیم تھی جس نے سرکارِ انگلشیہ کا ہراول دستہ بن کر انگریزوں کے تسلط کے سکنجے اور سامراجی استبداد کے پنجے کی گرفت کو خوب مضبوط کیا۔

یہ ہماری تاریخ کا کتنا دکھ بھرا باب ہے کہ کاسہ لیسوں کا یہ ٹولہ تحریکِ آزادی کے کامیاب ہونے اور انگریز کے جانے تک انگریز کا وفا شعار رہا، اور آزادی کے متوالوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتا رہا، لیکن آزادی کے بعد گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر آزاد وطن پاکستان کی تقدیر کا مالک بن گیا، ریاستی مشینری جوں کی توں رہی، کاسہ لیسوں کی تازہ دم فوج اُدھر سے اِدھر منتقل ہوگئی، افسر شاہی، نوکر شاہی، بیوروکریسی کی شکل میں ملک کے سیاہ وسفید پر کالے انگریزوں کا یہی طبقہ قابض ہوگیا، اور آج تک قابض ہے۔ ع

منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

نتیجہ ظاہر ہے کہ آزادی پا کر بھی آزادی کے مقاصد صحیح معنوں میں حاصل نہ ہوسکے، ایک آئیڈیل اسلامی سلطنت کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔

برطانوی سامراج سے آزادی حاصل کرنے کے باوجود نظامِ تعلیم، نظامِ معیشت، نظامِ عدالت، نظامِ سیاست وحکومت وغیرہ سارے ریاستی واجتماعی سسٹم اور ادارے آزادی کے وقت کے اعلانات اور دعووں کے مطابق اسلامی اصولوں کی روشنی میں انقلابی اصلاحات سے گزر کر آزاد قوم کی امنگوں اور آزادی کے تقاضوں کے مطابق استوار ہونے کے بجائے اسی فرسودہ استحصالی قالب میں قائم ودائم رہے، اور اس آزاد اسلامی اسٹیٹ کی تقدیر قرار پائے، کہ جس اسٹیٹ کو لاکھوں جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اور آگ وخون کے دریا عبور کر کے اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ دورِ غلامی کے ہر داغ، ہر نقش کو مسلمان قوم کی جبین سے کھرچ دیا جائے گا، اور اسلام کے نام لیواؤں پر مغربی سامراج کا نہیں، اسلام کا منشور، خدا کا قانون لاگو کیا جائے گا۔ ؎

کتنے دور اہے اور اتار چڑھاؤ | زہر ازہان میں، دلوں میں گھاؤ
اے نظامِ جدید کے آقاؤ | چند صدیاں پلٹ کے راہ دکھاؤ

سب کلیدی شعبوں (تعلیم، معیشت، عدالت، سیاست) میں ہم نے سبیل الرشد سے انحراف کر کے سبیل الغیّ کی مجموعی طور پر اتباع کی ہے، اور آئندہ کے لئے بھی بظاہر اس سبیل الغی پر ڈٹے رہنے کا عزم ہے، قدرت، زلزلوں، طوفانوں، سیلابوں، دشمنوں کے تسلط وغیرہ کی صورت میں لاکھ عذاب کے کوڑے ہم پر

برسائے، اورآفات وبلیات کے جھٹکے دے کرہمیں جھنجھوڑے، لیکن شاید ہماری قوم نے اور مقتدر اشرافیہ نے قسم کھا رکھی ہے کہ صورِ اسرافیل پھونکے جانے سے پہلے ہم باز آنے والے نہیں، ڈیڑھ دوسو سال انگریزوں کی غلامی کی ہے، تو بحراوقیانوس کے اس پار کے سامراجیوں کی غلامی بھی کرلیں گے (جن کی جھوٹی خدائی اور فرعونیت دریائے آمو کے کنارے رُل رہی ہے، اور بغداد میں چھکے چھوٹنے کے بعد کابل وقندھار میں بھی ان کی قہرمانی کا جنازہ نکل رہا ہے) لیکن خدا کی غلامی میں نہیں آئیں گے۔

سامراجی غارت گروں کے فرامین پر ''آمنا وصدقنا'' کہہ کرسر تسلیم خم کرلیں گے۔ ع

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

لیکن اسلام کے احکام اور شریعت کے قوانین پر کان دھرنے اور ''سمعنا واطعنا'' کو شعار بنانے کے لئے تیار نہیں۔ ؎

کیا اپنا سراغ خود نہیں پاؤ گے کیا پھر کوئی اجنبی بلالاؤ گے
یہ راہ تو اس موڑ پہ مڑ جائے گی اے اہلِ وطن! کہو، کہاں جاؤ گے

سامراجی دور کے یادگار اس تعلیمی نظام میں چونکہ کسبِ معاش اور ملازمتوں کے حصول کو مرکزیت حاصل ہے، اور پیٹ پوجا کے گرد یہ سارا نظام گردش کرتا ہے، اس لئے قیامِ پاکستان کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پر تجارت وکاروبار کی چھاپ ہی گہری ہوتی گئی، بمصداق۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

آج سرکاری سطح پر بالعموم اور پبلک سیکٹر میں بالخصوص تعلیم کا جس طرح تماشہ بنایا گیا ہے کہ گلی گلی، کوچے کوچے برساتی مینڈکوں کی طرح ان تعلیمی دوکانوں کی خودروگھاس کی طرح بہتات ہورہی ہے، اور بہار وخزاں سے مستغنی ہوکر ہر جگہ ان سکول نما تجارت گاہوں کی فصل اُگ رہی ہے، تعلیم کے نام پر علم کی مٹی پلید کی جارہی ہے، وہ بجائے خود عبرت کا مرقع ہے، ان کی کارکردگی وکردار سے تجارت وبیوپار، دوکانداری وکاروبار ہی کا تصور ابھرتا ہے، باقی مستثنیات ہر جگہ ہوتے ہیں، لیکن ان کی حیثیت ''النادر کالمعدوم'' کی ہے۔

البتہ ان حالات میں بھی جو عصری تعلیمی ادارے کسی بھی درجہ میں علم کا بھرم رکھے ہوئے ہیں، یا تعلیمی تقدس کی انہوں نے لاج رکھی ہے، وہ بسا غنیمت اور قابلِ ستائش ہیں۔ (جاری ہے......)

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط۱۱)

(۲۸)......شیخ حسن آفندی کا حوالہ

شیخ حسن آفندی فرماتے ہیں:

وَتَكُوْنُ الشَّمْسُ وَقْتَئِذٍ عَلٰى بُعْدِ قَدْرِهٖ ۱۸ وَتَحْصُلُ الظَّاهِرَةُ صَبَاحًا فِيْ جِهَةٍ عَكْسِيَّةٍ فَيَبْتَدِئُ الْفَجْرُ حِيْنَ مَاتَكُوْنُ الشَّمْسُ تَحْتَ الْاُفُقِ بِقَدْرِ ۱۸ ثُمَّ تَرْتَفِعُ الطَّبْقَةُ الْفَجْرِيَّةُ شَيْئًا فَشَيْئًا وَيَعْقُبُ النَّهَارُ اللَّيْلَ (الاصول الوافية فى علم القسموغرافية ص۱۱۸، كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص۱۵)

ترجمہ: اور سورج اس (غروبِ شفق کے) وقت ۱۸ درجے کے بقدر دوری پر ہوتا ہے، اور صبح اس کے عکس کی جہت میں (اسی مقدار پر) ظاہر ہوتی ہے، پس فجر کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے ، جب سورج افق کے نیچے ۱۸ درجے کے بقدر فاصلہ پر ہوتا ہے، پھر فجر کا طبقہ شیئا وشیئا بلند ہوتا رہتا ہے، اور دن (کی روشنی) رات (کے اندھیرے) کو پیچھے کرتی رہتی ہے (ترجمہ ختم)

حسن آفندی مصر کے مشہور صاحبِ فن گزرے ہیں۔ [۱]

(۲۹)......ابوعلی حسن بن عیسیٰ بن مجاصی کا حوالہ

ابوعلی حسن بن عیسیٰ بن مجاصی لکھتے ہیں:

فَصْلٌ فِيْ تَخْطِيْطِ اَوْقَاتِ الصَّلَاةِ: اَمَّا الْفَجْرُ وَالشَّفَقُ فَاِنَّ خَطَّيْهِمَا هُوَ مُقَنْطَرَةُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فِيْ كُلِّ عَرْضٍ وَفِيْ كُلِّ زَمَانٍ (تذكرة اولى الالباب فى عمل

---

[۱] (حسن افندى) حسنى القاضى بمحكمة الزقازيق الاهلية وأحد مدرسى فنون الرياضة بمدرسة المهندسخانة سابقا (بمصر)الاصول الوافية فى علم القسموغرافية وهو سفر جليل فى فنه كامل افادة مطالعيه مع استيفائه الاشكال والرسوم المتقنة(معجم المطبوعات ج ا ص ۷۵۹ ليوسف اليان سركيس)

Idara Ghufran

صناعۃالاسطرلاب ، کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۴)

ترجمہ: یہ فصل ہے نماز کے اوقات کی تفصیل کے بارے میں: فجر اور شفق کا خط ہر مکان اور زمان میں ۱۸ درجے ہے (ترجمہ ختم)

اس عبارت میں فصل ہی نماز کے اوقات کے متعلق قائم کی گئی ہے، اوراس کے بعد فجر اور شفق کو ہر زمان اور مکان میں ۱۸ درجے پر بتلایا گیا ہے۔

(۳۰)......ابوالحسن علی بن جعفر کا حوالہ

غرناطہ کے شیخ اور علمِ اوقات کے ماہر ابوالحسن علی بن جعفر بن احمد بن یوسف اسلمی لکھتے ہیں:

اَلْبَابُ التَّاسِعُ فِیْ مَعْرِفَةِ ارْتِفَاعِ الْکَوْکَبِ لِطُلُوْعِ الْفَجْرِ وَمُغِیْبِ الشَّفَقِ عُلِمَ عَلٰی مَدَارِ ۱۸ مِنْ جِهَةِ الْمَشْرِقِ لِلشَّفَقِ وَمِنْ جِهَةِ الْمَغْرِبِ لِلْفَجْرِ (کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۴)

ترجمہ: نواں باب کوکب کی بلندی پہچاننے میں ہے طلوعِ فجر اور مغیب الشفق کے لئے۔ مشرق کی جہت سے شفق کے لئے اور مغرب کی جہت سے فجر کے لئے ۱۸ درجے جانی گئی ہے (ترجمہ ختم)

(۳۱)......محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی مراکشی کا حوالہ

محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی مراکشی لکھتے ہیں:

عَمِلَ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُتَقَدِّمِیْنَ مِنْ فَلَکِیِّ الْاِسْلَامِ عَلٰی اَنَّ حِصَّتَیِ الْفَجْرِ وَالشَّفَقِ مُتَسَاوِیَانِ وَاَنَّ اِبْتِدَاءَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَانْتِهَاءَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ یَکُوْنَانِ عِنْدَ اِنْحِطَاطِ الشَّمْسِ عَنِ الْاُفُقِ ۱۸ دَرَجَةً وَتَسَاوِی الْحِصَّتَیْنِ اِنَّمَا یَصِحُّ اِذَا اُعْتُبِرَ مُغِیْبُ الشَّفَقِ الْاَبْیَضِ اَمَّا اِذَا اُعْتُبِرَ مُغِیْبُ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ فَلَایَصِحُّ التَّسَاوِیُّ لِاَنَّ حِصَّةَ مُغِیْبِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ اَقْصَرُ مِنْ حِصَّةِ الْفَجْرِ کَمَا سَیَأْتِیْ (ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ،

لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراكشی ص۱٦)

ترجمہ: متقدمین فلکیینِ اسلام کی ایک جماعت کا عمل اس بات پر ہے کہ فجر اور شفق کے حصے برابر ہوتے ہیں، اور طلوعِ فجر کی ابتداء اور غروبِ شفق کی انتہاء سورج کے افق سے ۱۸ درجے انحطاط کے وقت ہوتی ہے، اور فجر اور شفق کے حصوں کا برابر ہونا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ شفقِ ابیض کے غروب کا اعتبار کیا جائے، شفقِ احمر کے غیوب کا اعتبار کرنے کی صورت میں یہ برابری صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ شفقِ احمر کے غیوب کا حصہ فجر کے حصہ سے کم ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے (ترجمہ ختم)

(۳۲)......احمد رامی محمودی کا حوالہ

احمد رامی محمودی، ریاض، سعودی عرب اپنے ایک مضمون ''الفجر الحقیقی والفجر الکاذب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ تَحَدَّدَ مَوْعِدُ بَدْءِ الْاِضَاءَةِ عِنْدَ الْفَجْرِ عِنْدَمَا يُصْبِحُ مَرْكَزُ قُرْصِ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ الشَّرْقِيّ بِمِقْدَارِ 18دَرَجَةً قَوْسِيَّةً .كَمَا لُوْحِظَ اَنَّ اِضَاءَةَ شَفَقِ الْغُرُوْبِ تُتَلاشٰى عِنْدَمَا يُصْبِحُ قُرْصُ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ الْغَرْبِيّ بِمِقْدَارِ 18دَرَجَةً قَوْسِيَّةً اَيْضًا .وَلَمْ تَغَيَّرِ الْقِيَاسَاتُ الْحَدِيْثَةُ الْعِلْمِيَّةُ وَالْفَلَكِيَّةُ هٰذَا الْمِقْدَارَ حَتّٰى وَقْتِنَا الْحَاضِرِ .وَقَدْ قَامَتِ الْيَابَانُ بِاخْتِرَاعِ جِهَازٍ حَسَّاسٍ لِقِيَاسِ الضُّوْءِ ، وَمَعَ اِسْتِخْدَامِ الْحِسَابَاتِ الْفَلَكِيَّةِ لِحَرَكَةِ الشَّمْسِ الظَّاهِرِيَّةِ فَقَدْ وَجَدَ اَنَّ اَوَّلَ ضُوْءٍ يَحْدِثُ حِيْنَمَا تَكُوْنُ الشَّمْسُ الظَّاهِرِيَّةُ اَسْفَلَ الْاُفُقِ الْمَرْئِيّ بِمِقْدَارِ 18دَرَجَةً قَوْسِيَّةً .وَلَقَدْ اُعْتُبِرَ هٰذَا الْمِقْدَارُ عِلْمِيًّا وَشَرْعِيًّا مِنْ قِبَلِ الْعُلَمَاءِ فِيْ مُعْظَمِ الْبُلْدَانِ الْاِسْلَامِيَّةِ وَنُظِمَتِ التَّقَاوِيْمُ عَلٰى اَسَاسِ ذٰلِكَ .وَلٰكِنْ بَعْضَ الدُّوَلِ الْاِسْلَامِيَّةِ مَا زَالَتْ تَعْتَمِدُ بَدْءَ الْفَجْرِ فِى اللَّحْظَةِ الَّتِىْ يَشْكُلُ فِيْهَا مَرْكَزُ قُرْصِ الشَّمْسِ مَعَ اَعْلَى الْاُفُقِ الشَّرْقِيّ زَاوِيَةَ 19دَرَجَةً قَوْسِيَّةً وَبَدْءَ الْعِشَاءِ فِى اللَّحْظَةِ الَّتِىْ يُصْبِحُ فِيْهَا مَرْكَزُ قُرْصِ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ الْغَرْبِيّ بِمِقْدَارِ 17دَرَجَةً قَوْسِيَّةً مُعْتَمِدِيْنَ فِيْ ذٰلِكَ عَلٰى اَقْوَالِ بَعْضِ الْمَذَاهِبِ الْاِسْلَامِيَّةِ (الجزيرة ،الجمعة , 10شعبان

الطبعۃ الاولی ،العدد 10620، Friday 26th October,2001، 1422)

ترجمہ: اور اوقات کے فن دان حضرات نے فجر کے وقت روشنی کی ابتداء کی حد بیان کی ہے کہ یہ (ابتداءِ فجر کی روشنی) اس وقت ہوتی ہے، جبکہ سورج کی ٹکیہ مشرقی افق سے نیچے اٹھارہ درجہ قوس کی بقدر ہو، جس طرح سے کہ یہ بھی ملاحظہ کیا گیا کہ شفق کے غروب کی روشنی کو اس وقت تلاش کیا گیا ہے، جبکہ سورج کی ٹکیہ مغربی افق سے نیچے اٹھارہ درجہ قوس کے بقدر ہو۔

اور جدید علمی اور فلکی اندازے ہمارے موجودہ دور تک اس مقدار سے مختلف ثابت نہیں ہوئے ، اور اہلِ جاپان نے اس روشنی کو جانچنے کے لئے حساس آلات تیار کئے اور سورج کی ظاہری حرکت و رفتار کے لئے فلکی حسابات سے مدد حاصل کی، تو وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچے کہ روشنی کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے، جبکہ سورج کا ظاہر افقِ مرئی سے اٹھارہ درجہ قوس کی مقدار ہوتا ہے۔ اور اس مقدار کا علمی اور شرعی اعتبار سے علماء (ان جدید تحقیقات سے) بہت پہلے سے اپنے بڑے بڑے ملکوں اور شہروں میں اعتبار کرتے رہے ہیں، اور اسی بنیاد پر جنتریاں ترتیب دی جاتی رہی ہیں، لیکن بعض اسلامی ملکوں میں ابتدائے فجر کے متعلق اس پر اعتماد کیا جاتا رہا کہ جب وہ لمحہ ہوتا ہے، کہ سورج کی ٹکیہ کا مرکز افقِ شرقی کے اوپری کنارہ سے ۱۹ درجہ قوس کے زاویہ میں ہوتا ہے۔ اور عشاء کی ابتدا اس لمحہ ہوتی ہے، جبکہ سورج کی ٹکیہ کا مرکز مغربی افق سے نیچے ۱۷ درجے قوس کی مقدار ہوتا ہے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں بعض مذاہبِ اسلامی کے اقوال پر اعتماد کیا ہے (ترجمہ ختم) (جاری ہے............)

Idara Ghufran

مقالات و مضامین مفتی محمد رضوان

صبح صادق کے متعلق اکابر کے ایک اختلاف کی تحقیق

احسن الفتاویٰ میں ج ۲ میں صبح صادق سے متعلق چند اکابر بشمول حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے متعلق ایک تحریر موجود ہے، جس پر متعدد اہلِ علم کو کچھ اشکالات وشبہات پیش آتے رہتے ہیں، ان اشکالات وشبہات کے جوابات مفتی محمد رضوان صاحب نے مرتب کر کے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی خدمت میں ایک تحریر ارسال کی، جس پر حضرت موصوف مدظلہم کی طرف سے جواب موصول ہوا، یہ مکمل تحریر اہلِ علم حضرات کے لئے ذیل میں شائع کی جارہی ہے۔ (ادارہ......)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معظم ومحترم جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

حضرت والا مدظلہم سے بغیر کسی تمہید کے عرض ہے کہ ہمارے یہاں گذشتہ دو سالوں کے لگ بھگ سے صبح صادق اور وقتِ عشاء کا مسئلہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا ہے، پنجاب اور سرحد میں اس موضوع پر بہت اختلاف وانتشار ہو رہا ہے۔ اور رمضان المبارک میں بطور خاص جو نقشہ رائج کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ پندرہ درجہ زیرِ افق کے مطابق ہیں، بندہ نے اس ضرورت کے لئے گذشتہ سال چند سوالوں کے جواب کی شکل میں ایک تحریر مرتب کی تھی، جو آنجناب اور دیگر متعدد اکابر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس سلسلہ میں بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے جو بات زیادہ اہمیت اور شدت کے ساتھ ذکر کی جارہی ہے وہ حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ و دیگر چند اکابر (جن میں آنجناب کا نامِ نامی بھی شامل ہے) اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کا باہمی اختلاف ہے۔

چونکہ اس اختلاف پر احسن الفتاویٰ ج ۲ میں مستقل بحث شائع ہوئی ہے، اور اس میں اکابر کے اسمائے گرامی بھی شائع ہوئے ہیں اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ اور تحریرات بھی۔ اس تحریر واختلاف کے تناظر میں متعدد اہلِ علم حضرات کی طرف سے جو سوالات وشبہات بندہ کے مضمون ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' کے جواب میں موصول ہوئے بندہ نے خود اپنے طور پر غور وفکر کیا، اس سلسلہ میں بندہ کو جو کچھ سمجھ میں آیا، وہ حضرت والا کی خدمت میں بغرضِ تنقیح وتصویب اور

Iqra Gulfan

تحقیق تحریراً ارسال ہے۔کیونکہ آنجناب کا نامِ نامی بھی اس روئیداد اور قضیہ میں شامل ہے،اور جناب کے بعد پھر شاید ہی کسی سے ان امور کی تحقیق ہوسکے۔

(۱)...... قائلینِ پندرہ درجہ احسن الفتاویٰ میں درج مشاہدات کی روئیداد کو اپنے استدلال میں پرزور انداز میں پیش کررہے ہیں۔

مشاہدات کی جو روئیداد احسن الفتاویٰ ج ۲ص ۱۷۵ تا ۱۷۷ پر''صبح صادق'' نامی رسالہ میں شائع کی گئی ہیں،اس میں تین مشاہدات کا ذکر کیا گیا ہے،اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس روئیداد کے اقتباسات دیئے ہیں (ملاحظہ ہو:احسن الفتاویٰ ج ۲ص ۱۷۷)

ممکن ہے کہ مکمل ومفصل تحریر میں کچھ اور امور کا بھی ذکر ہو،مگر وہ ہمارے پاس موجود نہیں۔

پہلا مشاہدہ ۱۱ جون ۱۹۷۰ء کا ہے جو ٹنڈو آدم سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر کیا گیا،جس کے متعلق احسن الفتاویٰ میں درج ذیل اقتباس درج کیا گیا ہے

> ''پھر ایک روشنی عرضاً پھیلنے والی افق کے اوپر شروع ہوئی،روشنی کا پورا تبین جس پر سب دیکھنے والوں نے اتفاق کیا،وہ تو ۴/ ۱۹ اپر تھا،اس روشنی کے اس سے کچھ پہلے ہونے کا بھی بعض کو شبہ رہا (احسن الفتاویٰ ج ۲ص ۱۷۶)

اولاً تو اس مشاہدہ کے اقتباس کے آغاز میں''پھر ایک روشنی الخ''،تحریر کیا گیا ہے،جس سے یہ بات واضح ہے کہ اس سے متعلقہ تحریر کے بعض اہم اجزاء اقتباس میں شامل نہیں ہیں،اور اس اقتباس میں صبح کاذب کا بھی ذکر نہیں،جس پر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی کتابی تحقیق کی اصل بنیاد ہے، **کما سیجیئ**۔

یہ بھی امکان ہے کہ اس تحریر کے شروع میں موسم کے گرد آلود ہونے کا بھی ذکر ہو،جیسا کہ ان مشاہدات کے بارے میں بعض شرکاء کی طرف سے ان اوقات میں موسم کے گرد آلود ہونے کی تصریح پائی جاتی ہے (فتاویٰ عثمانی ج ا ص ۳۸۷و ۳۹۵) (مگر احسن الفتاویٰ کی اقتباسی روئیداد میں اس کا ذکر نہیں)

دوسرے اس اقتباس میں عرضاً پھیلنے والی روشنی کا پورا تبین جس پر سب دیکھنے والوں کا اتفاق مذکور ہے وہ چار بج کر انیس منٹ پر ہے،اور اس سے پہلے بھی بعض حضرات کی طرف سے اس روشنی کے موجود ہونے کے شبہ کا ذکر ہے۔روشنی کے پورے تبین پر صبح صادق کا حکم بعض مشائخ کے قول پر مبنی ہے ،لیکن جمہور محققین فقہاء کے نزدیک اولِ طلوع کا اعتبار ہے،اور روشنی کا پورا تبین ضروری نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں تبینِ فجر کے بجائے تبینِ خطِ فجر کی قید ہے۔

اورخصوصاً روزہ کے معاملہ میں احتیاط واجب ہے کہ طلوعِ فجر کے شک کی صورت میں بھی اکل وشرب سے احتیاط ضروری ہے۔اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے اپنے مضمون ’’صبح صادق وکاذب اوروقتِ عشاء کی تحقیق‘‘ میں ذکرکردی ہے، یہاں چندحوالہ جات پراکتفاء کیا جاتا ہے۔

تفسیر بحرالمحیط میں ہے کہ:

وشبه بالخيط وذالک باول حاله لانه يبدودقيقا ثم يرتفع مستطيرا فبطلوع اوله فى الافق يجب الامساک هذا مذهب الجمهور وبه اخذ الناس ومضت عليه الاعصار والامصار وهو مقتضى حديث ابن مسعود وسمرة بن جندب (تفسير البحرالمحيط ج۲ص۲۱۴)

اورتفسیرالمظہری میں ہے:

ولم يقل حتى يتبين لكم الفجر دلالة على حرمة الاكل عند ظهور خيطه يعنى اول جزء منه (تفسير المظهرى ،الجزء الاول ،ص۲۰۴)

اورعلامہ سمرقندی رحمہ اللہ تحریرفرماتے ہیں:

ثم ينظر :إن كان شاكا فى طلوع الفجر :إنه طلع أم لا، ينبغى أن يدع التسحر، لانه ربما طلع الفجر، فيفسد صومه .فأما إذا كان متيقنا أن الفجر لم يطلع، فالمستحب أن يتسحر .وإن كان أكثر رأيه أن الفجر لم يطلع، ينبغى أن يدع الاكل أيضا(تحفة الفقهاء ج۱ ص۳۶۵)

اورمرقاۃ میں ہے:

ذكر الشمنى أن المعتبر أول طلوع الصبح عند جمهور العلماء (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة)

اورحضرت مولانامحمدادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لفظِ خیط کے لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجرکا اگرادنیٰ حصہ مثل دھاگے کے بھی ظاہر ہوجائے تو کھانااورپیناحرام ہوجاتا ہے(معارف القرآن ادریسی، جلد۱صفحہ۳۷۶)

اورعلامہ ظفراحمد عثمانی رحمہ اللہ نے پہلے اعلاءالسنن میں روشنی کے پھیلنے کوترجیح دی تھی،لیکن بعد میں احکام القرآن میں آپ نے اس سے رجوع فرماکراولِ طلوعِ فجر کے اعتبارکوترجیح دی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

العبرة لاول طلوع الفجر الثانى لا لاستطارته وانتشاره خلافا لما رجحته فى

الاعلاء من الاعتبار بالانتشار تبعا لما مال اليه اكثر العلماء، لكون النص قد علق الحكم على التبين ولايكون الا بالانتشار وهٰذا انما كان يصح لو كان النص علق الحكم على تبين الفجر وأما اذا علقهٗ على تبين خط الفجر من خط الليل فلا. فان تبين هٰذا الخط من ذاك إنما يكون فى اول طلوع الفجر وعند الانتشار ينمحى خط الليل كما هو مشاهد فافهم. وعمل سيدى حكيم الامة على تقديم الإمساك عن مخطورات الصوم إذا قرب الفجر وهو الأحوط، بل لايجوز خلافه، لما فيه من خشية الوقوع فى المحظور. والله تعالىٰ أعلم (احكام القرآن للتهانوی، جلد ۱ صفحه ۲۴۷)

اس لئے اگر مذکورہ اکابر نے ابتداء میں اس قول کو جس میں انتشار وتبین کا ذکر ہے، اختیار کیا ہو، اور بعد میں اس سے رجوع فرمالیا ہو، تو اس میں کوئی اشکال والی بات نہیں۔

لہٰذا ۱۱ جون کے مذکورہ مشاہدہ کی بنیاد پر پندرہ درجے پر سحری کے اختتام کا فیصلہ مشکل ہے، اور اگر موسم کا گرد آلود ہونا بھی ثابت ہو، جیسا کہ پہلے گزرا، تو پھر بدرجہ اولیٰ اس مشاہدہ کا پندرہ درجے پر صبح صادق کی دلیل بننا مشکل ہے، کیونکہ موسم کا گرد آلود ہونا اولِ وقت پر صبح صادق کے ظہور کے لئے مانع بن سکتا ہے، اور موسم گرد آلود ہونے کی صورت میں فقہائے کرام نے احتیاط کا حکم فرمایا ہے۔

نیز جبکہ سابقہ تعامل بھی اس کے معارض ہو، تو اس مشاہدہ کی کمزوری اور بھی زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔

اور غالباً اسی وجہ سے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس مشاہدہ کے بعد نمازِ فجر میں احتیاط کا عبوری فتویٰ جاری فرمایا تھا، نہ کہ سحری کے اختتام کے بارے میں، کیونکہ نمازِ فجر کے پندرہ درجے پر پڑھنے میں کوئی بات خلافِ احتیاط نہیں پائی جاتی، برخلاف سحری کے۔

دوسرا مشاہدہ ۱۲ جون کا ہے، اس کے متعلق روئیداد کا اقتباس احسن الفتاویٰ میں ان الفاظ میں درج ہے۔

”صبح کو تقریباً ساڑھے تین بجے میدان میں سب حضرات پہنچ گئے، اس وقت افق مشرق پر کسی قسم کی روشنی نہیں تھی، ٹھیک چار بجے افق پر مخروطی شکل کی طولانی روشنی نمودار ہوئی، جس کو سب نے دیکھ کر صبح کاذب قرار دیا (احسن الفتاویٰ ج۲ص۱۷۶)

اگر اس دن بھی موسم گرد آلود یا ابر آلود ہو تو اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ جس وقت مخروطی شکل کی طولانی روشنی دیکھی گئی وہ اس کی ابتدا تھی۔

پھر جو تحریر کیا گیا ہے کہ:

اس کے سترہ منٹ بعد یعنی ۴/۱۷ پر صبح صادق واضح طور پر مشاہدہ کی گئی، اس پر سب کا اتفاق رہا (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۶)

اس میں بھی واضح طور پر مشاہدہ ہونے اور اس پر سب کے اتفاق ہونے کا ذکر ہے۔

لہٰذا اس دن کے مشاہدہ کی حقیقت بھی پہلے سے مختلف نہیں ہے، کیونکہ واضح طور پر مشاہدہ جس پر سب کا اتفاق رہا، اولاً تو اس بات کی علامت ہے کہ اس سے پہلے وقت سب کا اتفاق نہ تھا، جو کہ اسی بات کی دلیل ہے کہ یہ روشنی کا پورا تبین تھا، جو گرد آلود موسم میں بھی مشاہدہ کیا گیا، لہٰذا اس سے پہلے مشاہدہ میں مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر اس مشاہدہ کا بھی پندرہ درجے پر حتمی صبح صادق کے طلوع کی دلیل بننا مشکل ہے۔

تیسرا مشاہدہ ۱۳ جون کو کراچی میں کیا گیا اس کے متعلق روئیداد کا اقتباس احسن الفتاویٰ میں ان الفاظ میں درج ہے:

''اتنا سب نے محسوس کیا کہ ۴/۱۱ جو وقت صبح صادق قدیم نقشوں میں آج کی تاریخ کا لکھا ہوا ہے، اس وقت کسی قسم کی رشنی افق پر نہیں تھی، اس کے بعد وہ روشنی جس کو صبح کاذب کہا جا سکتا ہے، شروع ہوئی، پھر اس کے بعد صبح صادق کی معترضا پھیلنے والی روشنی سامنے آئی (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۶)

اس اقتباس میں پہلے تو یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

''اتنا سب نے محسوس کیا کہ ۴/۱۱ جو وقت صبح صادق قدیم نقشوں میں آج کی تاریخ کا لکھا ہوا ہے، اس وقت کسی قسم کی رشنی افق پر نہیں تھی''

اس کے متعلق عرض ہے کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ جو پندرہ درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں، ان کے کتابی دلائل کی بنیاد صبح کاذب کے اٹھارہ درجے پر ظاہر ہونے کی عبارات ہیں، جن کے پیشِ نظر حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ صبح کاذب کے ظہور کا زیرِ افق زاویہ اٹھارہ درجے متعین ہے، اور اس کے تین درجے بعد صبح صادق طلوع ہوتی ہے۔

جبکہ احسن الفتاویٰ کے مذکورہ اقتباس کے پیشِ نظر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک چار بجکر گیارہ منٹ پر صبح کاذب کی روشنی ظاہر ہونی چاہئے تھی، اور اٹھارہ درجے کے قائلین کے نزدیک اس وقت صبح صادق کی روشنی ظاہر ہونی چاہئے تھی، مگر اس وقت بالاتفاق کسی قسم کی روشنی کا مشاہدہ نہیں ہوا، جو اس بات کی علامت ہے کہ دونوں قولوں کے مطابق اس وقت بھی موسم گرد یا ابر آلود تھا، جو مشاہدہ کی صحت کیلئے مانع ہے۔

نیز بعد میں جو تحریر کیا گیا ہے کہ:

’’اس کے بعد وہ روشنی جس کو صبح کاذب کہا جاسکتا ہے، شروع ہوئی، پھر اس کے بعد صبح صادق کی معترضاً پھیلنے والی روشنی سامنے آئی‘‘

اس اقتباس میں بھی اولاً تو اس کو وثوق کے ساتھ صبح کاذب نہیں بتلایا گیا بلکہ صبح کاذب کہا جاسکتا ہے، جیسے کمزور الفاظ کے ساتھ اس کو تعبیر کیا گیا ہے، دوسرے اس میں صبح صادق کی معترضاً پھیلنے والی روشنی کا وقت مذکور نہیں۔ لہٰذا اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ پندرہ ڈگری کے اوقات سے پہلے یہ صبح صادق کی روشنی دیکھی گئی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ پندرہ ڈگری پر دیکھی گئی ہو، لیکن موسم گردآلود ہونے کی صورت میں یہ مشاہدہ بھی حتمی نتیجہ اخذ کرنے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ تیسرے اس میں بھی معترضاً پھیلنے والی روشنی سے وہی انتشار وتبین مراد ہوسکتا ہے، جس کا پہلے ذکر ہوا۔

بہرحال مذکورہ تینوں مشاہدات کے پسِ منظر کا گہرائی سے جمہور فقہائے کرام اور راجح قول کے مطابق جائزہ لیا جائے تو ان میں سے کوئی مشاہدہ بھی حتمی طور پر پندرہ درجے پر صبح صادق طلوع ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور دوسری وجوہات کے ساتھ اکابر کے رجوع کی مذکورہ وجوہات بھی ہیں۔

(۲)...... اکابر پر دوسرا اعتراض یہ کیا جارہا ہے کہ انہوں نے مجلسِ تحقیق (منعقدہ دارالعلوم کراچی، ۱۳/ ذیقعدہ ۹۲ھ) میں جو فیصلہ کیا تھا، اور اس کے اقتباسات احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۸ پر مذکور ہیں۔

مجلسِ تحقیق کے مذکورہ فیصلے سے رجوع کے لئے ضرورت تھی کہ دوبارہ مشاہدات کئے جاتے، اور رجوع کے لئے باقاعدہ مجلس منعقد ہوتی، اور اس سے رجوع کا فیصلہ صادر فرماتی، اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے دلائل کا جواب بھی دیا جاتا، جبکہ مجلس کے انعقاد کا کوئی ذکر نہیں، اور حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں دوبارہ مشاہدات کا بھی ذکر نہیں۔

اگر مجلسِ تحقیق کا رجوع کے لئے دوبارہ اجلاس ہوا ہو، تو پھر کوئی شبہ والی بات نہیں، لیکن دیگر حضرات کو اس اجلاس کا علم نہیں۔ مگر بندہ کے خیال میں جب اس مجلس کے سرپرست اور اکثر ارکان کی طرف سے رجوع اور مذکورہ قضیہ کی وضاحت تحریری طور پر کردی گئی، تو پھر اجلاس کا دوبارہ منعقد ہونا اور دلائل پر فرداً فرداً تبصرہ ضروری نہیں، رجوع اور وضاحت کے لئے اپنا شرح صدر اور اس کے نتیجہ سے دوسروں کو آگاہ کرنا بھی کافی ہے۔

جہاں تک مشاہدات کا تعلق ہے، تو حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں اگرچہ مشاہدات کا ذکر نہ ہو، مگر دیگر حضرات کی تحریرات میں مشاہدات کا ذکر موجود ہے، ایک تحریر میں اس جزء پر سکوت سے اس کی نفی لازم نہیں آتی، اور دوسری تحریرات میں ثبوت ہونے سے اس کا اثبات بھی ہوجاتا ہے۔

Iqra Ghufran

لہٰذا یہ اعتراضات بھی اہمیت کے حامل نہیں، اور اکابر کا رجوع سابقہ مشاہدات اور تحقیقات سب سے متعلق ہے۔

(۳)......بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ آنمحترم (حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم) نے بھی متعدد مرتبہ مختلف مقامات پر صبح صادق کا اٹھارہ درجے پر مشاہدہ فرمایا ہے۔ یہ بات کس حد تک درست ہے؟ اس کی بندہ کو تحقیق و تفصیل درکار ہے۔ محمد رضوان

۲۱/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۰ھ 09/ دسمبر/ 2009ء ادارہ غفران، راولپنڈی

رائے گرامی: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

(نائب صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی)

ل ٹنڈو آدم کے مشاہدہ میں ابر آلود کے بجائے گرد آلود کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ محمد رضوان۔

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

سہارنپور کا سفر (قسط ۱)

مورخہ ۱۰/شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ 20/ستمبر 2010ء بروز پیر کو بندہ اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ اپنے بعض اعزہ واقرباء سے ملاقات کی غرض سے ہندوستان کے سفر پر گیا، ہمارا یہ سفر لاہور سے بذریعہ ریل ہوا۔

صبح آٹھ بجے لاہور سے سمجھوتہ ایکسپریس واہگہ بارڈر کی طرف روانہ ہوئی، تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد ہم واہگہ بارڈر پر پہنچ گئے، واہگہ بارڈر پر ایمیگریشن اور کسٹم کے معاملات سے فارغ ہوتے ہوئے تقریباً گیارہ بج گئے تھے، واہگہ سے اٹاری کے لئے یہ ٹرین دوپہر تقریباً بارہ بجے روانہ ہوئی، اور کچھ ہی دیر بعد ہندوستان کے اٹاری بارڈر پر پہنچ گئی۔

پاکستان کے واہگہ اور ہندوستان کے اٹاری اسٹیشنوں کے درمیان ہندوپاک کی سرحد واقع ہے، جہاں باقاعدہ گیٹ لگا ہوا ہے، اور دونوں طرف دور دور تک خاردار تاروں کی باڑ قائم ہے۔

ہندوستان کی سرحد پر پاکستان کے مقابلہ میں حفاظتی وقانونی انتظامات کچھ زیادہ بہتر دکھائی دیئے۔

ٹرین کی پٹڑی کے دونوں اطراف پر انتہائی بلند سطح تک جال لگا ہوا تھا، جس کی وجہ سے دائیں بائیں اطراف سے غیر متعلقہ افراد کی آمدورفت ممکن نہ تھی، اور اسی کے ساتھ فوج کے محافظ دستے بھی جگہ جگہ مستعد تھے۔

نیز ہندوستانی حدود شروع ہونے کے بعد اٹاری اسٹیشن پر ٹرین کے پہنچنے تک دائیں بائیں طرف ٹرین کے ساتھ فوجی جوان نگرانی کرتے ہوئے گھوڑوں پر چلتے رہے، اور ٹرین اور اس کے مسافروں پر برابر نظر رکھتے رہے۔

انڈیا کے اٹاری بارڈر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے مسافروں نے دہلی کے لئے ٹرین کا ٹکٹ حاصل کرنا تھا، اس لئے میں نے ٹرین کا ٹکٹ حاصل کرنے کا انتظام کیا۔ ہندوستان بھر میں ریزرویشن کے ساتھ ٹرین کا سفر کرنے کے لئے قانونی طور پر یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ سفر کرنے والا اپنے ضروری کوائف ایک فارم میں درج کرتا ہے، جس میں مرد وعورت اور عمر اور اپنے مکمل پتہ کی نشاندہی ہوتی ہے، اور غیر ملکی ہونے کی صورت میں پاسپورٹ نمبر کا اندراج کرنا بھی فارم میں ضروری ہوتا ہے، اس فارم میں ایک طرف ہندی زبان میں اور دوسری طرف انگریزی زبان میں کوائف درج کرنے کی سہولت موجود تھی۔

یہ فارم پر کرنے کے بعد ریلوے انتظامیہ کے حوالہ کیا جاتا ہے، جس پر موجود تفصیل کو ریلوے انتظامیہ اپنے

پاس کمپیوٹر میں درج کرلیتی ہے، اوراس کے بعد ٹکٹ جاری کرتی ہے۔اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ریلوے کے پاس مسافروں کی تفصیل موجود ہوتی ہے، جو کسی حادثہ وغیرہ کی صورت میں ضرورت پڑنے پر کارآمد ہوتی ہے، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہندوستان بھر میں مختلف عمروں کے لحاظ سے ٹرینوں کے کرائے کی مقدار مقرر کی گئی ہے، جس میں چھوٹے بچوں سمیت عمر رسیدہ بوڑھوں کے لئے کرایہ میں تخفیف اور کمی رکھی گئی ہے۔

فارموں میں موجود تفصیل سے کرایہ کی مقدار مقرر کرنے میں بھی سہولت رہتی ہے، جو لوگ یہ فارم خود سے پُرنہیں کرسکتے تھے، وہ دس بیس روپیہ فی فارم دے کر وہاں پر موجود مختلف لوگوں سے پُر کرارہے تھے۔

اٹاری اسٹیشن پر ہندوستان کی حکومت کی طرف سے ایک بینک بھی قائم کیا گیا ہے، جس کے ذریعہ سے مسافروں کو ہندو پاک کی کرنسی کا تبادلہ کرنے میں سہولت رہتی ہے۔

بدقسمتی سے اس وقت پاکستان کی معاشی حالت ناگفتہ بہ حالت تک گرنے اوراس کے مقابلہ میں ہندوستان کی معیشت کے بہتر ہونے کے باعث نصفا نصف کے تناسب سے ہندو پاک کی کرنسی کا باہم تبادلہ ہورہا ہے، یعنی پاکستان کے سو روپیہ کے عوض ہندوستان کے پچاس روپیہ حاصل ہورہے ہیں، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس تناسب میں مزید اضافہ ہونے کا خدشہ ہے، اب سے چند سال پہلے تک ہندو پاک کی کرنسی کی مالیت تقریباً برابر تھی۔لیکن ہندوستان کی معیشت کے تیزی سے بہتر ہونے اور پاکستان کی معیشت کے تیزی سے تنزلی کی طرف جانے کے باعث نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے۔

پاکستان سے بذریعہ ٹرین ہندوستان کا سفر کرنے والوں کے لئے اس وقت قانونی طریقہ پر یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اٹاری سے مخصوص ٹرین کے ذریعہ دہلی پہنچیں، اور پھر وہاں سے اپنی منزلِ مقصود پر پہنچیں، جبکہ چند سال پہلے اٹاری بارڈر سے اس قسم کی پابندی نہیں تھی۔

بہرحال دہلی کے لئے ٹرین کا ٹکٹ حاصل کرنے کے بعد ایمیگریشن اور کسٹم کے معاملات طے پائے۔

اٹاری میں ایمیگریشن اور کسٹم کے انتظامات بھی زیادہ بہتر اور صاف وشفاف تھے۔

چنانچہ سب سے پہلے تو مسافروں کو اپنے پاسپورٹ اور ویزوں کی تفصیلات ایک فارم پُر کر کے ایمیگریشن والوں کے حوالہ کرنا تھیں، جس کے بعد کسٹم کے کاؤنٹر وغیرہ کی تعیین ہونا تھی۔

یہاں اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھ تمام کاروائی نظم وضبط کے ساتھ مکمل ہوئی، اور ساتھ موجود سامان کو ایکسرے مشین سے گزارنے کے باوجود کسٹم حکام نے کھول کر چیک کیا، اور نگوں کی تعداد کو اپنے پاس درج کیا، اور پھر دہلی کے لئے ٹرین میں بیٹھنے سے پہلے ریلوے حکام کی طرف سے سامان کا وزن بھی کیا گیا،

اور ہر مسافر کو ریلوے انتظامیہ کی طرف سے فراہم کی گئی سیٹ پر بیٹھنے کا پابند کیا گیا، جبکہ لاہور اور واہگہ میں اس قسم کے انتظامات میں کمزوری اور خامی نظر آئی۔

ہم نے ظہر اور عصر کی نمازیں اٹاری بارڈر پر پڑھیں۔ قانونی تقاضے پورے کرتے کرتے عصر کا وقت ہو چکا تھا، بلکہ مغرب کا وقت داخل ہونے میں کچھ ہی دیر باقی تھی۔

ہندو پاک کا سفر کرنے والے مخصوص مسافروں کو دہلی پہنچانے کے لئے ٹرین اپنے ٹریک پر موجود تھی، مگر ابھی تک اس کے دروازے بند تھے، اسی دوران مغرب کا وقت ہو گیا، مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر ٹرین کے دروازے تقریباً آٹھ بجے کھلنے پر سب مسافر ٹرین میں اپنی اپنی سیٹوں پر پہنچنا شروع ہو گئے۔

ہم نے اپنا سامان اپنی سیٹوں پر رکھا، اور اس کے بعد عشاء کی نماز ادا کی، ٹرین میں استنجے اور وضو کا معقول انتظام تھا، اور ٹرین میں سیٹیں بھی کھلی کھلی اور آرام دہ تھیں، اور ٹرین میں لگی ہوئی تمام چیزیں سلامت اور اچھی حالت میں تھیں، مثلاً پنکھے، ٹیوب لائٹیں، پنکھوں اور ٹیوب لائٹوں کے بٹن، کھڑکی میں لگے ہوئے شیشے، بیت الخلاء اور بیسن میں لگی ہوئی ٹونٹیاں، وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ ہمارے یہاں ٹرینوں کا جو برا حشر ہوتا ہے، اور کوئی چیز بھی سلامت نظر نہیں آتی، یہاں تک کہ بیت الخلاء سمیت در و دیوار پر ہر جگہ فحش باتیں حاشیہ در حاشیہ لکھی ہوئی نظر آتی ہیں، اس قسم کی خرابیوں اور بد تہذیبی سے انڈیا کی ٹرین سلامت نظر آئی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے حکمرانوں، ذمہ داروں اور عوام میں بھی احساسِ ذمہ داری پیدا فرمائیں، اور ہمسایہ ملک سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد ہم نے رات کا کھانا تناول کیا، جو کہ ہمارے ساتھ تھا۔

ساڑھے آٹھ بجے کے لگ بھگ ٹرین اٹاری اسٹیشن سے دہلی کے لئے روانہ ہوئی۔ (جاری ہے............)

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ و فتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر (19) ''مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق''

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

سودی لین دین سے پرہیز کیجئے (قسط ۱)

آجکل سود بھی ہماری معیشت کا لازمی جزء بن چکا ہے، تجارت کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ملتا کہ جس میں سودی لین دین نہ ہوتا ہو، ملکی اور عالمی سطح پر یہ پروپیگنڈا زور پر ہے کہ سود کے بغیر معیشت چلنا اور ترقی کرنا اس دور میں ناممکن ہے، حالانکہ سود اایک ایسا خطرناک گناہ ہے کی جسے نہ چھوڑنے پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلان جنگ کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (البقرۃ آیۃ ۲۷۹)

ترجمہ: پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو اعلان جنگ سن لو اللہ اور اسکے رسول کا۔

یہ ایسی وعید ہے جو کفر کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے گناہ وجرم پر بھی کہیں قرآن وحدیث میں بیان نہیں کی گئی، ظاہر ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ اور اسکے رسول کا اعلان جنگ ہو اس کی دنیا وآخرت میں ناکامی اور تباہی میں کیا شک ہوسکتا ہے، اسکے علاوہ اور بھی بہت سی آیات میں سود کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے، ذیل میں وہ آیات بمع ترجمہ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)...... اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ،وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ،فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ،وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ، وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ آیۃ ۲۷۵)

ترجمہ: جولوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھوکر پاگل بنادیا ہو۔ یہ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ: ''بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے''۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آگیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے۔ اور اس (باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

اس آیت میں سود کی حرمت اور اسکی سزا خبطی ہونا اور باز نہ آنیکی صورت میں جہنمی ہونا بڑے واضح الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۲)...... یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ، وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیۡمٍ

(البقرۃ آیۃ ۲۷۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے ،اور اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے، جو ناشکرا گناہ گار ہو۔

اس آیت میں سود کو مٹانے اور صدقات کو بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ سود سے حاصل ہونے والا مال یا تو ہلاک و برباد ہو جاتا ہے یا اس میں برکت نہیں ہوتی کہ جسکی وجہ سے اس کے فوائد و ثمرات سے محرومی ہوتی ہے، جبکہ آخرت میں بھی یہ مال بجائے کام آنے کہ صاحب مال کیلئے وبال ہوگا۔

دوسری طرف صدقات کی وجہ سے بقیہ مال محفوظ رہتا ہے یا اس میں برکت کی وجہ سے اس سے بڑے بڑے فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی یہ مال کام آئیگا اور صاحب مال کیلئے ابدی نعمتوں اور راحتوں کا سبب ہوگا۔

(۳)...... یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَکُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِکُمۡ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ(البقرۃ آیۃ ۲۷۸، ۲۷۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مؤمن ہو تو سود کا جو حصہ بھی (کس کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ اور اگر تم (سود سے) توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

اس آیت میں پہلے خوف خدا کی ترغیب دیکر سود کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر دوسری آیت میں سود نہ چھوڑنے پر اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلان جنگ کی وعید سنائی گئی ہے، پھر سود سے توبہ کی صورت میں حکم دیا گیا کہ تمھیں اصل مال مل جائیگا، اس میں کمی کی صورت میں نہ تم پر ظلم ہوگا اور اس پر مزید مطالبہ کی صورت میں تم بھی کسی پر ظلم نہیں کر سکتے، اس سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ کسی کو قرض دیکر اس پر نفع

لینا ظلم ہے۔

(۴)...... یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْ کُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ،وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۳۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

اہل عرب کی عادت تھی کہ ایک مدت مقررہ کے لئے سود پر قرض دیتے، مقررہ وقت پر ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں دوسری مدت مقرر کر کے سود کی مقدار بڑھا دیتے، دوسری مدت پر ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں تیسری مدت مقرر کر کے مزید سود کی مقدار بڑھا دیتے جس سے سود دگنا چوگنا ہو جاتا اس عادت سے اس آیت میں منع فرمایا گیا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر سود دگنا چوگنا نہ ہو تو کھانا جائز ہے کیونکہ دوسری آیات میں سود کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے۔

(۵)...... فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَھُمْ وَبِصَدِّھِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَثِیْرًا وَّاَخْذِھِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُھُوْا عَنْہُ وَاَ کْلِھِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ مِنْھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (النساء آیت ۱۶۰، ۱۶۱)

ترجمہ: غرض یہودیوں کے سنگین زیادتی کی وجہ سے ہم نے اُن پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال کی گئی تھیں۔ اور اس لئے کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے۔ اور سود لیا کرتے تھے، حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا، اور لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے تھے۔ اور ان میں سے جو لوگ کافر ہیں، ان کے لئے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہود پر عذاب اور سزاؤں کے نزول کا ایک سبب سود خوری تھا کیونکہ سود امت محمدیہ کی طرح ان پر بھی حرام تھا۔

(۶)...... وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ ، وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (الروم آیت ۳۹)

﴿بقیہ صفحہ ۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ شوال: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐...... **ماہِ شوال ۴۰۳ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن عبداللہ بن حسین بزار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۲۳۷)

☐...... **ماہِ شوال ۴۰۴ھ**: میں حضرت ابو مسلم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمد بن ما مکہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۰۲)

☐...... **ماہِ شوال ۴۰۵ھ**: میں حضرت ابونصر عبدالعزیز بن عمر بن محمد بن احمد بن نباتہ بن حمید تمیمی سعدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۲۳۵، تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۴۶۶)

☐...... **ماہِ شوال ۴۰۶ھ**: میں حضرت شیخ الاسلام ابوحامد احمد بن ابی طاہر محمد بن احمد اسفرائینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۱۹۶)

☐...... **ماہِ شوال ۴۰۷ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن موسیٰ شیرازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۲۴۳، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۰۶۶)

☐...... **ماہِ شوال ۴۱۲ھ**: میں حضرت ابوسعد احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن حفص بن خلیل انصاری ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۰۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۴، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۰۷۱)

☐...... **ماہِ شوال ۴۱۳ھ**: میں حضرت ابوالفضل محمد بن احمد بن محمد جارودی ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۸۶، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۳، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۰۵۵)

☐...... **ماہِ شوال ۴۱۶ھ**: میں حضرت ابوالقاسم فضل بن عبیداللہ بن احمد بن فضل بن شہر یار اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۹۹)

☐...... **ماہِ شوال ۴۱۷ھ**: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن عباس بن محمد بن ابی الشوارب اموی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۶۰، تاریخِ بغداد ج۵ ص ۴۸)

☐...... **ماہِ شوال ۴۱۸ھ**: میں حضرت ابوالحسن خلیل بن محمد بن خلیل بن عثمان طحان واسطی رحمہ اللہ کا

Idara Ghufran

انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۸ ص ۳۳۶)

□...... ماہِ شوال ۴۲۱ھ: میں حضرت ابوعقیل احمد بن عیسیٰ بن زید بن حسن بن عیسیٰ بن موسیٰ بن ہادی بن مہدی سلمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۲۸۴)

□...... ماہِ شوال ۴۲۲ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن احمد بن سلال مؤدب حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۸ ص ۱۵)

□...... ماہِ شوال ۴۲۳ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن عبداللہ بن محمد بغدادی حربی حرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۴۱۲، تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۰۳)

□...... ماہِ شوال ۴۲۵ھ: میں حضرت ابونصر عبدالوھاب بن عبداللہ بن عمر بن ایوب مری اذرعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۴۶۹)

□...... ماہِ شوال ۴۲۸ھ: میں حضرت ابومحمد جعفر بن محمد بن حسن ابہری ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۵۷۶)

□...... ماہِ شوال ۴۲۹ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران شاہد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۱۴)

□...... ماہِ شوال ۴۳۳ھ: میں حضرت ابوالنجیب عبدالغفار بن عبدالواحد بن محمد ارموی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۴۴۷، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۱۷)

□...... ماہِ شوال ۴۳۴ھ: میں حضرت ابوذر حافظ عبد بن احمد بن عبداللہ بن غفیر انصاری مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۰۴)

□...... ماہِ شوال ۴۳۵ھ: میں حضرت مہلب بن احمد بن ابی صفرہ اسید بن عبداللہ اسدی اندلسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۵۷۹)

□...... ماہِ شوال ۴۳۶ھ: میں حضرت قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی بن محمد صیمری حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۶۱۶، تاریخِ بغداد ج ۸ ص ۷۸)

□...... ماہِ شوال ۴۳۷ھ: میں حضرت ابوطاہر محمد بن محمد بن احمد بن حسن بن یحییٰ بن عبدالجبار بن ابی الفرج رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۳۳۴)

□...... ماہِ شوال ۴۳۸ھ: میں حضرت ابویعلیٰ احمد بن عبدالواحد بن محمد بن جعفر بن احمد بن جعفر بن

حسن بن وہب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۲۷۰)

☐...... ماہِ شوال ۴۳۹ھ: میں حضرت ابویعلیٰ احمد بن عبدالعزیز بن حسن بن محمد بن ہارون بن عصام بن رزیق بن محمد بن عبداللہ طاہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۲۵۸)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۰ھ: میں حضرت ابوطالب محمد بن محمد بن ابراہیم بن غیلان بن عبداللہ بن غیلان بن حکیم ہمذانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۶۰۰، تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۳۳۵)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۱ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن احمد بن عیسیٰ بن عبداللہ سعدی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۶)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۳ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن محمد بن علی بن احمد بن عیسیٰ فارسی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۶۱۴)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۴ھ: میں حضرت ابوعمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر اموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۸۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۲۱)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۵ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبیداللہ بن ابراہیم بن عمر بن اسحاق انصاری خزرجی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۸۴)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۶ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن اسحاق بن محمد بن فدویہ کوفی معدل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۲۶۳)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۷ھ: میں حضرت ابوالفرج عبدالوہاب بن حسین بن عمر بن برہان غزال رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۸ھ: میں حضرت ابوالحسین عبدالغافر بن محمد بن عبدالغافر بن احمد بن محمد بن سعید فارسی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۲۱)

☐...... ماہِ شوال ۴۴۹ھ: میں حضرت ابوطاہر عبدالواحد بن حسین بن عمر بن قرقر حذاء رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۶)

☐...... ماہِ شوال ۴۵۰ھ: میں عباسی خلیفہ ابوجعفر قائم بامر اللہ عبداللہ بن احمد قادر باللہ بن اسحاق بن جعفر مقتدر باللہ بن احمد معتضد باللہ بن ابی احمد موفق بن جعفر متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن رشید کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۹ ص ۴۰۰)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۱۰)

جانور کو غیر محل میں استعمال کرنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَسُوْقُ بَقَرَةً إِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ فَإِنِّيْ أُوْمِنُ بِهٰذَا أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ (بخاری، حدیث نمبر ۳۲۱۲، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار، واللفظ لهٗ، مسلم، حدیث نمبر ۶۳۳۴، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی بکر الصدیق رضی الله عنه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ ایک آدمی بیل کو ہانک کر لے جا رہا تھا، کہ اس پر سوار ہوگیا، اور اس کو (چلنے کے لئے) مارنے لگا، تو اس بیل نے کہا کہ ہم اس (یعنی سوار ہونے) کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، ہم تو صرف (زمین کی) کھیتی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، لوگوں نے (تعجب سے) کہا کہ سبحان اللہ! بیل بھی بات کرتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا تو اس پر ایمان ہے، اور ابوبکر وعمر کا بھی (کہ اللہ تعالیٰ جانوروں کو بھی بولنے کی قدرت دے سکتے ہیں) اور اس وقت حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما وہاں موجود نہ تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر جانور کو اسی مصرَف وضرورت میں استعمال کرنا چاہئے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا ہے۔

لہٰذا جو جانور کھیتی باڑی کرنے کے لئے پیدا کیا گیا، اس پر سواری کرنا یا بوجھ لادنا، یا سواری والے جانور سے کوئی دوسرا کام لینا، جانور کے ساتھ ظلم ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

Idara Ghufran

چنانچہ اسی وجہ سے گائے ،بھینس پر سواری کرنا اور بکری پر وزن لادنا منع ہے،مگر آج کل اس اصول کی خلاف ورزی بھی عام ہے،جس کی مختلف شکلیں رائج ہیں،اوراس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کواس چیز کا خوف واحساس ہی نہیں کہ ہم سے اس کے بارے میں بھی قیامت کے روز باز پرس ہوگی،اس لئے وہ جانور کو اپنی تحویل وملکیت میں ہونے سے اس میں ہر طرح کے تصرف اوراس کو ہر طرح سے استعمال کرنے کے بارے میں اپنے آپ کوخودمختار سمجھتے ہیں،اور کسی قاعدے وقانون کے پابند نظر نہیں آتے۔

جانور سے بدفعلی کی ممانعت اوراس کا وبال

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی علیہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَلْعُوْنٌ مَنْ وَقَعَ عَلٰی بَهِیْمَةٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ بِعَمَلِ قَوْمِ لُوْطٍ " (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۸۷۵،وحدیث نمبر ۲۹۱۴)

ترجمہ: جس نے جانور کے ساتھ بدکاری کی،وہ ملعون ہے،اور جس نے قومِ لوط کا عمل کیا،وہ ملعون ہے(ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ وَقَعَ عَلٰی بَهِیْمَةٍ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ "ثَلَاثًا(مسند احمد، حدیث نمبر ۲۹۱۳،و حدیث نمبر ۲۹۱۵)

ترجمہ: جس نے جانور کے ساتھ بدکاری کی،اس پراللہ کی لعنت ہے،اور جس نے قومِ لوط کا عمل کیا،اس پراللہ کی لعنت ہے،تین مرتبہ یہ بات ارشادفرمائی(ترجمہ ختم)

اورحضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدْتُمُوْهُ وَقَعَ عَلٰی بَهِیْمَةٍ فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْا الْبَهِیْمَةَ فَقِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَأْنُ الْبَهِیْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ شَیْئًا وَلٰکِنْ أَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ کَرِهَ أَنْ یُّؤْکَلَ مِنْ لَحْمِهَا أَوْ یُنْتَفَعَ بِهَا وَقَدْ عُمِلَ بِهَا ذٰلِکَ الْعَمَلُ (ترمذی، حدیث نمبر ۱۳۷۴، ابواب الحدود، بَاب مَا جَاءَ فِیمَنْ یَقَعُ عَلَى الْبَهِیمَةِ)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو تم جانور کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے پاؤ، تو اس کو قتل کردو، اور جانور کو بھی قتل کردو۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جانور کو کیوں قتل کیا جائے گا؟ تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا گوشت کھانے یا اس سے کوئی فائدہ اٹھانے کو ناپسند فرمایا، جبکہ اس کے ساتھ یہ عمل کیا جاچکا ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ بدکاری کے بعد اس جانور کا گوشت کھانے کو اور اس سے فائدہ اٹھانے کو حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

اور اس جانور کو قتل کرنے میں یہ حکمت بھی ہے کہ اگر وہ جانور موجود رہے گا، تو اس کے ساتھ بدفعلی کا چرچا ہوتا رہے گا۔

مگر یاد رہے کہ اس جانور کا گوشت حرام نہیں ہوتا، البتہ اس میں کراہتِ تنزیہی آجاتی ہے۔

اور بدکاری کرنے والے کو قتل کرنے کا حکم تعزیر کے طور پر ہے۔

اگر قاضی وحاکم کسی مصلحت سے کوئی اور سزا دینا چاہے، تو وہ بھی جائز ہے۔ [۱]

پس آج کل بعض شہوت پرست لوگ اپنی شہوت پوری کرنے کے لئے جانوروں سے جو بدفعلی کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں ملعون ہیں، اور حاکمِ وقت کے سامنے جرم ثابت ہونے پر اس کو حاکمِ وقت کا بطورِ سزا قتل کرنا یا کوئی اور مناسب سزا تجویز کرنا جائز ہے۔

مسئلہ:...... اگر کسی کے مملوک جانور کے ساتھ بدفعلی کی گئی، تو اس جانور کو مالک کی رضامندی کے بغیر قتل کرنا جائز نہیں، یا تو بدفعلی کرنے والا مالک کو جانور کی قیمت ادا کرے، اور پھر جانور کو ذبح کیا جائے، اور

---

[۱] قَالَ فِی اللُّمَعَاتِ :ذَهَبَ الْأَئِمَّة الْأَرْبَع إِلَی أَنَّ مَنْ أَتَی بَهِيمَة يُعَزَّر وَلَا يُقْتَل وَالْحَدِيث مَحْمُول عَلَى الزَّجْر وَالتَّشْدِيد اِنْتَهَى......(ذَلِکَ الْعَمَل) :أَیُ الْقَبِيح الشَّنِيع .وَالْجُمْلَة حَالِيَّة .وَقَالَ السِّنْدِیُّ نَقْلًا عَنْ السُّيُوطِیّ :قِيلَ حِکْمَة قَتْلهَا خَوْف أَنْ تَأْتِیَ بِصُورَةٍ قَبِيحَة يُشْبِهُ بَعْضُهَا الْآدَمِیَّ وَبَعْضُهَا الْبَهِيمَةَ .وَأَكْثَر الْفُقَهَاء كَمَا حَكَاهُ الْخَطَّابِیُّ عَلَى عَدَم الْعَمَل بِهَذَا الْحَدِيث فَلَا يَقْتُل الْبَهِيمَة وَمَنْ وَقَعَ عَلَيْهَا ، وَإِنَّمَا عَلَيْهِ التَّعْزِير تَرْجِيحًا لِمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیّ عَنْ اِبْن عَبَّاس قَالَ "مَنْ أَتَی بَهِيمَة فَلَا حَدّ عَلَيْهِ "قَالَ التِّرْمِذِیّ :هَذَا أَصَحّ مِنْ الْحَدِيث الْأَوَّل ، وَالْعَمَل عَلَى هَذَا عِنْد أَهْل الْعِلْم اِنْتَهَى .(عون المعبود، کتاب الحدود، باب فيمن أتى بهيمة)

Idara Ghufran

اگر وہ حلال جانور ہے، تو ذبح کے بعد اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔

اور اگر جانور کا مالک قتل نہ کرے، بلکہ زندہ رکھ کر اس سے جائز فائدہ اٹھائے، مثلاً اس سے دودھ یا اون حاصل کرے، تو یہ بھی گناہ نہیں، اس کا دودھ و گوشت پاک اور حلال ہے، البتہ افضل حکم وہی ہے جو پہلے گزرا۔

اور ایک درمیانی صورت یہ بھی ہے کہ مالک اسے نہ قتل کرے اور نہ اپنے پاس (اس علاقے میں) رکھے، بلکہ دوسرے موضع میں بھیج دے یا فروخت کردے، تا کہ لوگوں کو اُسے دیکھ دیکھ کر اس واقعہ کی طرف بار بار ذہن نہ جائے، اور اس برائی کے چرچے نہ ہوں، نہ اس فعل کی شناعت دل ودماغ سے کم ہو۔ [1] (جاری ہے)

(ماخوذ از ''جانوروں کے حقوق وآداب'' ص ۸۹ تا ص ۹۲، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

---

[1] قوله (وببهيمة) أى لا يحد بوطء بهيمة ؛ لأنه ليس فى معنى الزنا فى كونه جناية وفى وجود الداعى ؛ لأن الطبع السليم ينفر عنه ، والحامل عليه نهاية السفه أو فرط الشبق ولهذا لا يجب ستره إلا أنه يعزر لما بينا والذى يروى أنها تذبح البهيمة وتحرق فذلك لقطع التحدث به وليس بواجب قالوا :إن كانت الدابة مما لا يؤكل لحمها تذبح وتحرق لما ذكرنا ، وإن كانت مما تؤكل تذبح وتؤكل عند أبى حنيفة وقالا تحرق هذه أيضا هذا إن كانت البهيمة للفاعل ، فإن كانت لغيره ففى الخانية كان لصاحبها أن يدفعها إليه بالقيمة وفى التبيين يطالب صاحبها أن يدفعها إليه بالقيمة ثم تذبح هكذا ذكروا ولا يعرف ذلك إلا سماعا فيحمل عليه اهـ .والظاهر أنه لا يجبر على دفعها(البحر الرائق،كتاب الحدود، باب الوطء الذى يوجب الحد والذى لا يوجبه)

قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى إن كانت البهيمة للواطء يقال له اذبحها واحرقها وإن لم تكن البهيمة للواطء كان لصاحبها أن يدفعها إلى الواطء بالقيمة ثم يذبحها الواطء ويحرق إن لم تكن مأكولة اللحم وإن كانت مأكولة اللحم تذبح ولا تحرق كذا فى فتاوى قاضى خان وفى الأجناس عن أصحابنا رحمهم الله تعالى تذبح وتحرق على وجه الاستحسان أما بهذا الفعل لا يحرم أكل الحيوان المأكول كذا فى خزانة الفتاوى (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية،الباب الحادى والعشرون)

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۳۷)

(سوانح حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم)

معاصر دینی تحریکات وسیاسیات کے بارے میں آپ کا طرزِ عمل

سیاسیات وتحریکات آج کی دنیا کا سکہ رائج الوقت ہے، آج یہ تحریکات اجتماعی اور ریاستی زندگی کا غالب حد تک ایک لازمہ بن چکے ہیں، اہلِ دین ہوں یا غیر اہلِ دین، بکثرت و بالعموم کوئی نہ کوئی سیاسی وتحریکی وابستگی رکھتے ہیں، اور زندگی کے مختلف مرحلوں میں لوگ مختلف تنظیمات، تحریکات، اور سیاسی جماعات کے زیرِ اثر رہ چکے ہوتے ہیں۔

لادین سیاست اور سیکولر تنظیمات وتحریکات تو ہماری بحث سے خارج ہیں کہ ان طبقوں کے ہاں دین کا حوالہ ہی سرے سے مفقود ہے (خواہ سیاسیات وتحریکات کے میدان ہوں، یا ریاستی نظم وانتظام کا کوئی میدان ہو) جبکہ دین کی بنیاد یا دین کے نام پر بیشتر سیاسی وغیر سیاسی تحریکات وتنظیمات میں عموماً غلو، بے اعتدالی اور افراط وتفریط بہت دیکھنے میں آتی ہے۔ [1]

---

[1] اس میں تو غالباً دو رائیں نہیں ہوسکتیں، کہ دینِ اسلام جامع ومکمل دین ہے، جو زندگی کے ہر شعبے کو زیرِ بحث لاتا ہے، ربانی احکام و فرامین اور شرعی ضوابط وقوانین کی روشنی اور شعاعیں ناسوت سے لے کر لاہوت تک، دنیا سے لے کر آخرت تک، طبعیات سے لے کر مابعد الطبعیات تک، جسم سے لے کر روح تک، فرد سے لے کر معاشرہ وسوسائٹی تک، نجی و پرائیویٹ زندگی سے لے کر ریاست ومملکت کی تشکیل اور اس کے نظامِ اجتماعی وملی کی تعیین وترتیب تک زندگی کے سب گوشوں، سب پہلوؤں پر ہر رخ، ہر زاویے سے ڈالتا ہے، بالفاظِ دیگر، اصلاحِ اخلاق، تدبیرِ منزل، اور سیاستِ مدن، زندگی کی ان سب اکائیوں کو ایک ہی لڑی میں منسلک کر کے ہدایت کے نور اور وحی الٰہی کی روشنی سے روشن ومستنیر کرتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ جل شانہٗ نے اس لازوال، سدابہار، جامع وکامل دین کے ساتھ مبعوث فرمایا، تو آپ کو جامعیت اور ہمہ گیری کی شان کے ساتھ سب انبیاء سے ممتاز فرما کر مبعوث فرمایا، جو اس آفاقی دین کی وسعت اور ہمہ گیری کے مناسب تھا، آپ ﷺ جامع الصفات نبی تھے، ہدایت کے مذکورہ سب شئون آپ کی سیرت اور آپ کی تعلیمات میں جھلکتے ہیں، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، ختمِ نبوت کا تاج آپ ﷺ کے زیبِ سر ہے، آفاقی دین کے حامل ہونے کی وجہ سے آپ آفاقی وعالمگیر نبی ہیں، آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک کے لئے تمام انسان، ساری انسانی نسلیں آپ کی دعوت کی مخاطب ہیں، آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانے، اس دین کے احکام کی بجا آوری کرنے، تعلیمات کو قبول کرنے کے مکلّف ہیں، علومِ شریعت کے حاملین وماہرین علمائے امت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Iqra Ghufran

چنانچہ عموماً ان جماعتوں سے وابستگان کی بڑی تعداد انہی تحریکی سلسلوں کو اپنا اوڑھنا، بچھونا، دن رات کا موضوعِ سخن اور دائرہ جہد وعمل بنالیتے ہیں، دین کے دوسرے احکام جو فرض وواجب درجے ہی کے ہوں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ آپ ﷺ کے بعد آپ کے وارث اور نائب ہیں، نیابت کے مقتضٰی کے تحت ہر زمانے کے علمائے امت اللہ اور اس کے مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں، شریعت کے ترجمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا دین عامۃ الناس کو، عامۃ المسلمین کو، سب امورِ دین میں ان حاملینِ شریعت، وارثینِ نبوت، علمائے امت کے تابع و پابند کرتا ہے۔

فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (النحل آیت ۴۳)

یاایھا الذی آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (النساء آیت ۵۹)

ولو ردوہ الی الرسول والیٰ اولی الامر منھم لعلمہ الذی یستنبطونہ منھم (النساء آیت ۵۹)

وغیرہ نصوص سے یہ امر واضح ہے۔

اس لئے ایک عالمِ دین کا پورے دین کے رنگ میں رنگا ہوا ہونا، نبوی ذوق ومزاج کا پرتو اس کی پوری زندگی پر پڑنا، سیرت وکردار، قول عمل اور طرزِ عمل کے سب خانوں اور گوشوں کا نورِ نبوت سے چکا چوند ومستنیر ہونا، علمائے امت سے یہ شرعاً مطلوب ہے، اور شریعت کے ان اہم مطالبوں میں سے ہے جس پر امت کی ملی زندگی کا سدھار موقف ہے۔

ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون (آل عمران آیت ۷۹)

یامعشر القراء یاملح البلد مایصلح الملح اذا الملح فسد

(اے علمائے امت کی جماعت! اے معاشرے کے نمک! بھلا بتاؤ تو سہی کہ جب نمک ہی بگڑ جائے تو اس کی اصلاح کیسے ہو)

تقسیم کار کی مصلحت وضرورت کے تحت قرون مشہود لہا بالخیر اور زمانہ سلف سے ہی یہ طریقہ جاری ہو گیا تھا کہ ایک عالم اپنی علمی، دینی، اصلاحی خدمات کے لئے کوئی ایک میدان حسبِ ذوق وصلاحیت یا حسبِ ضرورت ومقتضاءِ وقت منتخب کر لیتا ہے، دین کے کسی ایک شعبے کو چن لیتا ہے، پھر پوری یکسوئی اور تندہی سے اپنی خدمات، صلاحتیں اور توانائیاں اس میں کھپا دیتا ہے، اور اسے اپنی ترکتازیوں وعزیمتوں کی جولانگاہ بنالیتا ہے، جس سے دین کا وہ باب خوب نکھر جاتا ہے، اس کے سب علمی وعملی رخ واضح ہو جاتے ہیں، اس راستے کی رکاوٹوں کا ازالہ ہو جاتا ہے، اور رخنوں کی نشاندہی ہو جاتی ہے، اور بعد میں آنے والوں کے لئے راستہ صاف ہو جاتا ہے، چنانچہ قرأت، تفسیر، روایت ودرایتِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ اور افتاء، علم العقائد والکلام، تزکیہ نفوس وطریقت، دین وعلومِ دین کے یہ سب شعبے الگ الگ منضبط ومدون ہوئے، اور ہر شعبے کے الگ الگ ماہرین کے طبقے وجود میں آئے، ائمہ قرأت، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین، صوفیاء ومشائخِ طریقت، علمائے امت کے یہ الگ الگ شناخت رکھنے والے سب طبقے اور حلقے تقسیمِ کار کی اسی اصل کے تحت قائم ہیں۔

اس لئے دین کے کسی ایک شعبے کو اپنی دینی خدمات کے لئے مختص کر لینا تو کوئی حرج کی بات نہیں (کہ مثلاً کسی نے سیاسی سطح پر اقامتِ دین کی جدوجہد کو اپنایا، کسی نے وعظ وارشاد، کسی نے تصنیف وتالیف، کسی نے درس وتدریس، کسی نے اہلِ کفر واہلِ باطل سے مقاتلہ ومجادلہ کا میدان منتخب کیا) لیکن اس انتخاب وتعیین میں غلو سے کام لینا، حدِ اعتدال سے نکل جانا، پورے دین کے رنگ میں رنگنے کے بجائے دین کے ایک مخصوص باب اور شعبہ میں ہی پوری طرح رنگ جانا، اور اسے پورا دین سمجھنا (کہ اسے اختیار کرنے کے بعد باقی دین سے آدمی خود کو مستغنی سمجھے) اور اس میں اپنے تشخص اور شناخت کو ایسا غالب کر دینا کہ دین کی باقی مجموعی تعلیمات کا رنگ اور چھاپ کہیں نظر ہی نہ آئے، یا خوردبین لگا کے دیکھنا پڑے، یہ طرز وطریقہ تو دین میں اچھی خاصی عملی تحریف ہے۔

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس شعبے کے علاوہ ہوں، ان احکام کی بجا آوری میں غفلت و سستی، ارادی یا غیر ارادی لاپرواہی و مداہنت میں مبتلا ہوجاتے ہیں، مخصوص جماعتی وتحریکی تشخص کو اور اس تحریک و تنظیم کے دستور و منشور کے ساتھ وفاداری کو اور جماعت کے مخصوص انتظامی وتحریکی ڈسپلن اور نظم وضبط کی رعایت کو ہر فرض سے بڑا فرض اور اس کی خلاف ورزی کو گویا کہ ہر گناہ سے بڑا گناہ (اعتقاداً نہ سہی تو عملاً) ٹھہرالیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ان افراد کے صحیح معنوں میں مومن ہونے کی چھاپ ان کی زندگی پر اتنی نمایاں نہیں ہوتی، جتنی تنظیمی وتحریکی شناخت اور تشخص کی چھاپ نمایاں ہوتی ہے، حالانکہ ایک مسلمان پہلے مسلمان ہے، اللہ کے فرض، واجب احکام خواہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق ہوں، ان کی غیر مشروط بجا آوری اس کا پہلا اور اصل فریضہ ہے، یہ تنظیمی وتحریکی سلسلہ اگر دین کے کسی مقصد کو پورا کرتا ہو، تو خاص اس شعبے کی حد تک یہ دین کا جز ہے (مثلاً سیاست) پورا دین نہیں ہے، اور نہ دین کے مجموعی احکام اور اصولوں سے آزاد و مستغنی ہے۔

لہٰذا تحریکات وتنظیمات سے وابستہ ہوکر ایسا ذوق ومزاج بن جانا کہ مسلمانی تنظیمی ڈسپلن کے گرد ہی گھومنے لگے اور اس کے تابع ہوکر رہ جائے کہ اس مخصوص ڈسپلن اور قواعد وضوابط سے ہٹ کر زندگی کے باقی سب شعبوں میں احکامِ شرع کی بجا آوری کا کماحقہٗ اہتمام اور فکر نہ ہو، اس قسم کی ذہنیت ومزاج اور طرز وطریقہ مروّجہ اکثر تحریکات وتنظیمات کی پیدا کردہ ایک بڑی بدعت اور منکر ہے، اور تنظیمی وتحریکی غلو وافراط کے بڑے مظاہر میں سے ہے، چنانچہ بہت سی دینی تحریکات کے جماعتی ماحول میں کارکنوں کے لئے وضع قطع، صورت وسیرت، اور اخلاق وکردار میں احکامِ شرع کی کماحقہ پابندی کا اہتمام نہیں کرایا جاتا، نہ ان امور میں کوئی زیادہ دلچسپی لی جاتی ہے، یہ امر ہماری دینی جماعتوں اور جمعیتوں کے لئے شرعی اعتبار سے ایک بڑا چیلنج ہے کہ افراد کی ایک معقول حد تک اخلاقی و دینی تربیت ہوئے بغیر (جس سے ذاتی زندگی میں وہ صحیح

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کا نمونہ ہے، تفرق وانتشار کی بنیاد اور جڑ ہے، امت کے امت بننے اور اجتماعیت کے لئے زہرِ قاتل ہے، مختلف شعبہائے دین سے وابستگان کا باہم ایک دوسرے کا معاون و پشتیبان اور حلیف ہونے کے بجائے ناقد وحریف بننے کا باعث ہے۔

اس طرز وطریقہ کے یہ شاخسانے ہیں کہ اپنے اس شعبے کی موہوم مصلحتوں کے حصول کے لئے بسا اوقات قطعی ناجائز اور حرام چیزوں کو اختیار کرنے سے بھی نہیں چوکا جاتا، قرآن مجید میں اہلِ کتاب کے اس قسم کے طرزِ عمل کو اتباعِ ھویٰ اور بندگی نفس قرار دیا گیا ہے، اتباعِ دین کسی درجے میں تسلیم نہیں کیا گیا، باوجودیکہ وہ حمایت ونصرتِ دین کے نام پر سب طریقے اختیار کئے ہوئے تھے۔

اس لئے شریعتِ مطہرہ کے مختلف شعبوں میں مصروفِ عمل خادمانِ دین اور سیاسی وتحریکی میدانوں میں اقامت وحفاظتِ دین کی جد وجہد کرنے والے سیاسی وتحریکی کارکنوں کو اپنی ذاتی اصلاح کو ہر فریضہ سے مقدم رکھ کر اس کی فکر کرنی چاہئے، اور خود احتسابی کو اپنے معمولات کا مستقل حصہ بنانا چاہئے، اس عمل کے برکات وانوارات وہ کھلی آنکھوں محسوس کریں گے، آزمائش شرط ہے۔

معنوں میں دین کے رنگ میں رنگ جائیں، دین کا رنگ ان کی پوری زندگیوں میں رچ بس جائے) وہ اجتماعی زندگی میں، تحریکی زندگی میں داخل ہوجاتے ہیں، اور ایسی ذمہ داریاں ان کے کاندھوں پر آجاتی ہیں، زندگی ایسی مشغولیوں میں گھر جاتی ہے، کہ اب انفرادی اصلاح کا کماحقہٗ موقع نہیں رہتا اور دینی اعتبار سے اپنی ذاتی زندگی کی صلاح وفلاح کی فرصت نہیں ملتی، اور کماحقہٗ اس کی اہمیت بھی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی ہے، زندگی کے اجتماعی دھاروں میں کودنے اور اقامتِ دین جیسے بڑے فریضے اور مقدس عمل کے لئے جہد وعمل کی وادئ پرخار میں داخل ہونے کے ساتھ ایمانی رسوخ، ضروریاتِ دین سے آگاہی، شرعی احکام پر عمل درآمد کرنے کا اہتمام وعادت، اخلاص، توکل، استغناء، دینی حمیت وتصلب، وغیرہ امور کی بھی ضرورت مکمل ہے، تاکہ وہ ایک حقیقی مومن بنے، اس صورت میں وہ زندگی کے جس میدان میں بھی قدم رکھے گا، وہ ہدایت کا نمونہ بنے گا، ہدایت پھیلنے کا باعث بنے گا، اس سے ملک وملت کو فائدہ پہنچے گا، ورنہ اپنی ذات میں ایمانی کیفیات راسخ ہوئے بغیر اور ذاتی زندگی میں احکامِ شرع کی بجاآوری کا ذوق پیدا ہوئے بغیر، اجتماعی یا تحریکی زندگی میں اس کی محنتیں بارآور نہ ہوں گی، اور نہ بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کے مطلوبہ درجے تک پہنچ پائیں گی (جو اقامتِ دین کی جدوجہد میں سب سے بنیادی چیز ہے) کولہو کے بیل کی طرح ایک محدود سرکل میں گھومتے رہیں گے، اور سمجھیں گے کہ عرش وفرش کے قلابے ملا آئے ہیں۔

یہ امور اپنے بڑوں کی تربیت وتعلیمات اور ذاتی تجربہ سے آپ پر خوب واضح ہیں، اپنی مجالس وملفوظات میں آپ بڑی وضاحت سے ان چیزوں کا تجزیہ فرماتے ہیں، اور بغرضِ اصلاح حکمت وبصیرت کے ساتھ عمومی انداز وعنوان سے (بغیر کسی شخصیت یا جمعیت کو ہدفِ تنقید بنائے) اس بارے میں شرعی نقطۂ نظر سے تبصرہ فرماتے ہیں، اور خود تحریکی وتنظیمی وابستگی سے اجتناب فرماتے ہیں۔

باقی اہلِ حق کی دینی وسیاسی تنظیمات وتحریکات سے وابستہ بہت سے اہلِ علم آپ سے رابطہ بھی کرتے ہیں، مختلف امور میں آپ سے شرعی رہنمائی لیتے اور مشاورت کرتے ہیں، آپ دینی اصلاح اور خیرخواہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے اعتماد اور حسنِ ظن کے مطابق شرعی رہنمائی اور مبنی برحکمت وبصیرت رائے پیش کرنے سے دریغ نہیں فرماتے۔

ما نصیحت بجائے خود کردیم روزگاریدریں بسر بردیم

(جاری ہے............)

تذکرۂ اولیاء مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تذکرہ مولانا رومی کا (قسط ۳)

شمس تبریزی کی مولانا رومی سے ملاقات کا حال

شمس تبریزی ۲۶/ جمادی الاخریٰ ۶۴۲ھ بروز سوموار کو قونیہ پہنچے، شکر فرشوں کے محلّہ میں قیام کیا، ایک روز دیکھا کہ مولانا رومی سوار چلے آ رہے ہیں، گرد وپیش لوگ پروانہ وار ہجوم کئے ہوئے ہیں، اور علمی سوالات کررہے ہیں، اور مولانا جوابات دے رہے تھے، شمس نے بھی آگے بڑھ کر مولانا سے سوال کیا کہ ریاضت ومشقت اٹھانے، مجاہدہ کرنے اور علوم کی تحصیل کرنے سے غرض ومقصود کیا ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ شریعت کے آداب واحکام کو جاننا، شمس نے کہا نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ معلوم تک رسائی ہوجائے، اور دلیل میں حکیم سنائی (مشہور بزرگ اور صاحبِ معرفت شخصیت، حدیقہ سنائی نامی تصوف واخلاقی تعلیمات کا شہرہ آفاق دیوان آپ ہی کا ہے) کا یہ شعر پڑھا:

علم کز تو ترا نہ بستاند جہل ازاں علم بہ بود بسیار

(وہ علم کہ تجھ سے تیری ذات کو اخذ نہ کرے، اس علم سے جہل بدرجہا بہتر ہے)

مولانا اس جواب سے حیرت واستعجاب میں پڑے، شمس کا تیر گویا نشانے پر بیٹھا، مولانا حضرت شمس کو لے کر قیام گاہ پر واپس آئے، اور چالیس روز تک شمس تبریزی کے ساتھ ایک حجرہ میں رہے، جہاں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی، جبکہ بعض سوانح نگاروں کے بقول چھ ماہ تک، صلاح الدین زرکوب (جو بعد میں رومی کے مصاحب اور ہم راز بنے) کے حجرہ میں دونوں بزرگ خلوت نشین (چلہ کش) رہے، شیخ صلاح الدین کے علاوہ اس تمام عرصہ میں کسی کو اس حجرہ میں آنے کی مجال نہ تھی۔

شمس کی صحبت وملاقات نے مولانا میں نئی روح بھردی، نئے حقائق کی ایک وسیع دنیا کے بند دروازے ان پر کھول دیئے، قدرت کے پوشیدہ اسرار اور رازوں کی ایسی دنیا جس سے خاص خاص اصحاب معرف ہی شناسائی رکھتے ہیں، غیبی حقائق کے ایسے دفتر جس کے محرمِ راز کہیں زمانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ ے

Idara Ghufran

کہیں مدتوں میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا نظامِ میخانہ

شمس تبریزی کی صحبت سے حاصل ہونے والی اس باطنی وروحانی دولت کے متعلق مولانا خود فرماتے ہیں:

شمس تبریز بمارا راہِ حقیقت بنمود ازفیضِ قدم اوست کہ ایماں داریم

(شمس تبریزی نے حقیقت وعرفان کے راستے کی طرف ہماری رہنمائی کی، یہ ان کے دم قدم کا فیض ہے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں)

مولانا نے جو کہ اب تک زمانے کے مقتداء وپیشوا تھے، رئیسوں اور بادشاہوں تک کی نیازِ جبیں، جن کی بارگاہِ جبہ ودستار اور محرابِ علم وکمال میں جھک جاتی تھی، اب شمس تبریزی نے انہیں از خود رفتہ ودیوانہ کردیا، اور عشق ووارفتگی کا شعلۂ جوالا بنادیا، جسے شمس تبریزی کے بغیر ایک پل چین نہ آتا، اپنی اس حالت کو خود بیان فرماتے ہیں:

زاہد بودم ترانہ گویم کردی سرفتنہ بزم وبادہ جویم کردی

سجادہ نشین باوقارے بودم بازیچہ کودکاں کویم کردی

(اے شمس تبریزی! میں زاہدِ خشک تھا، تونے عشق کی جوت جگا کے مجھے غزل سرا کردیا، تونے مجھے بزمِ کونین کے ساقی (محبوبِ حقیقی اللہ جل وعلا) اور معرفت کی شراب کا متوالا بنادیا، میں ایک باوقار گدی نشین، مقتداو پیشوا تھا، تونے مجھے اپنے کوچے کے لڑکوں بالوں کے لئے مشغلہ وتماشا بنادیا (یعنی دیوانہ بنادیا، کیونکہ دیوانے کو شرارتی لڑکے تنگ کرتے ہیں)

شمس کی ملاقات وصحبت اور مولانا کی ان کے ساتھ خلوت نشینی نے اپنے اثرات دکھانے شروع کردیئے تھے، مولانا نے درس وتدریس، وعظ گوئی وغیرہ سب علمی مشاغل وسلسلے موقوف کردیئے، مولانا کے شاگردوں، مریدوں، معتقدین اور حلقہ احباب پر مولانا کی یہ تبدیلی ناگوار اور شاق گزری، وہ سخت حیرت میں تھے کہ مولانا کو یہ کیا ہوگیا، اور اس نو وارد درویش نے مولانا پر کیا جادو پھونک دیا ہے کہ وہ معطل ہو کے رہ گئے، اس درویش کے ساتھ خلوت گزین ہوکر چلہ کشی کے علاوہ مولانا کو کوئی اور کام ہی نہیں، اپنے حاضر باش شاگردوں، اپنے پر جان چھڑکنے والے مریدوں تک سے بیگانہ ہوگئے، کسی کو منہ تک نہیں لگاتے۔ ؎

سارے عالم کو خاطر میں لائے نہ ہم جانے کیا پا گئے جانِ عالم سے ہم

اس سے ان لوگوں میں ایک عام شورش اور بے چینی کا پھیلنا فطری امر تھا، وہ یہ سمجھنے لگے کہ یہ غریب الدیار اور نا معلوم الحال پردیسی ملنگ ضرور کوئی شعبدہ باز، ڈھونگی، یا ساحر ومکار شخص ہے، جس نے پیارے مولانا

کواپنے سحر ومکر کے زور پر ہم سے اچک لیا اور اپنا اسیر ومسحور بنا دیا۔ ؎

بیا جاناں! تماشہ کن کہ درانبوہِ جانبازاں باصد سامانِ رسوائی من سرِ بازارمی رقصم

نہ جانے ذراسی دیر میں کیا سے کیا ہو جائے جو دستارِ فضیلت گم ہو، دستارِ محبت میں

لوگوں کی بے چینی حد سے بڑھی تو انہوں نے اپنے تئیں شمس تبریزی کے نرغے سے مولانا کو نکالنے کے لئے عملی اقدام شروع کیا، یعنی حضرت شمس کو (جو ان کے خیال میں نامعلوم الحال ملنگ اور شعبدہ باز تھا) ستانا، تنگ وپریشان کرنا اور ان کی شان میں گستاخی سے پیش آنا شروع کیا۔ ع

زاہد الِ حق کسے کم آگاہ شد

لب ہے خندہ، جگر میں ترا درد وغم تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت شمس ایک وقت تک تو یہ ایذائیں سہتے رہے، لیکن جب آپ نے سمجھ لیا کہ اب یہ معاملہ فتنہ وفساد کی طرف بڑھے گا، تو ایک دن پوشیدہ طور پر چپ چاپ آپ نے قونیہ سے کوچ کرلیا۔ ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دوکاں اپنی بڑھا گئے

بعض تذکرہ نگاروں نے شمس تبریزی کی اس پہلی غیوبت (کیونکہ اس کے بعد دوبارہ ملاقات اور پھر دوسری غیوبت بھی ہوئی) کی تاریخ یکم شوال ۶۴۳ھ ذکر کی ہے، مولانا کے خدام ومریدین تو یہ سمجھتے تھے کہ شمس یہاں سے چلے جائیں، تو مولانا سابقہ حالت پر لوٹ آئیں گے، وعظ وارشاد، افادہ واستفادہ اور درس وتدریس وغیرہ فیوضاتِ دینیہ کا سلسلہ حسبِ سابق شروع ہو جائے گا، لیکن ایسا نہ ہوسکا، ان لوگوں کی توقعات کے برعکس مولانا نے شمس کی جدائی کا بڑا گہرا اثر لیا، اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے پھڑکنے کی نوبت آ گئی، شمس کی موجودگی میں تو پھر بھی مولانا کے مخصوص مقربین، خاص شاگرد مرید اور متوسلین کو مولانا کی صحبت میسر آ جاتی تھی، فیوضات سے مستفیض ہونے کی توفیق ارزانی تھی، جبکہ شمس کی غیوبت سے مولانا پر جس قسم کا غلبہ حال واستغراق ہوا اب وہ خاص شاگرد ومرید بھی صحبت وفیوضات سے محروم ہو گئے، استغراق اور غلبۂ حال کی اس کیفیت میں مولانا ایک دفعہ صلاح الدین زرکوب (مولانا کے ہمراز ودمساز اور ہمنشین) کی دوکان کے آگے سے گزرے، جہاں زرکوب چاندی کے اوراق کوٹ رہے تھے، تو مولانا کو شمس کی یادوں کے زخم تازہ ہو گئے (کیونکہ زرکوب کے حجرہ میں ہی مولانا نے شمس کے ساتھ چھ ماہ کی خلوت نشینی کی تھی) مولانا پر وجد اور جذب کی کیفیت طاری ہوگئی، دیر تک وہیں کھڑے جھومتے رہے اور

وارفتگی کے عالم میں یہ شعر گنگناتے رہے۔ ؎

یکے گنجے پدید آمد بدیں دوکانِ زرکوبی زہے صورت، زہے معنیٰ، زہے خوبی، زہے خوبی

(زرگری کی اس دوکان میں ایک بڑا خزانہ برآمد ہوا تھا، اس کی صورت کے کیا کہنے، اس کے کمالات کے کیا کہنے، اس کی جملہ صفات اور خوبیوں کے کیا ہی کہنے "مراد شمس تبریزی ہیں")

مولانا پر استغراق اور جذبِ حالت کا یہ عالم اس وقت تک طاری رہا، جب تک دمشق سے شمس کا خط اچانک مولانا کے نام نہ آ گیا، اس خط کے پانے سے مولانا کی حالت کچھ بدلی، کچھ قرار ہوا، اب شرعی حدود میں رہ کر سماع کی طرف بھی مولانا متوجہ ہوئے، اور مریدوں وشاگردوں میں سے جن لوگوں نے شمس کے خلاف کوئی نازیبا حرکت نہ کی تھی، ان پر اب مولانا نے اپنی توجہ اور عنایت مبذول فرمائی، اس دوران مولانا نے شمس کی خدمت میں چار خط لکھے، جن میں اپنی کیفیت اور ملاقات کے اشتیاق کا ذکر کیا ہے۔ ؎

وہی شامِ غم کا منظر وہی منتظر نگاہیں میری آنکھیں تک رہی ہیں تیری واپسی کی راہیں

اس دور کے ایک خط میں مولانا نے حضرت شمس کو مخاطب کر کے اپنی بے تابی اور شوقِ ملاقات کا ذکر ان اشعار میں پیش کیا ہے۔ ؎

اَیُّهَا النُّوْرُ فِی الْفُؤَادِ تَعَالُ غَایَةَ الْوَجْدِ وَالْمُرَادِ تَعَالُ

اَیُّهَا السَّابِقُ الَّذِیْ سَبَقَتْ مِنْکَ مَصْدُوْقَةُ الْوَدَادِ تَعَالُ

چو بیائی زہے کشاد و مراد چوں نیائی زہے کساد و تعال

اَنْتَ کَالشَّمْسِ اِذْ دَنَتْ وَنَأَتْ یَا قَرِیْبًا عَلَی الْبِعَادِ تَعَالُ [1]

آخر مولانا نے حضرت شمس کو واپس لانے کے لئے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کو دمشق بھیجا، کہ میری جانب سے بہت کچھ عذر معذرت کرو، اور جو لوگ گستاخی اور ایذاء کا باعث بنے تھے، ان کے توبہ تائب ہونے اور اپنی خطا کی معافی چاہنے کا بھی ذکر کرو، اور درگزر فرمانے کی درخواست کرو، مولانا نے ایک عریضہ (خط) بھی بیٹے کے ہاتھ بھیجا، جس میں اپنی بے تابی کا حال منظوم ذکر کیا، اس میں سے بعض اشعار یہ ہیں:

---

[1] ترجمہ: اے دلوں کی روشنی، قلوب کی ضیاء آ جا، شوق وسرور اور مقصود ومراد کی منتہیٰ واپس آ جا، اے وہ آگے بڑھنے والے (اونچے مقامات پر فائز) جس کی طرف سچی محبت سبقت کر چکی ہے آ جا۔
اگر تو آ جائے تو کیا ہی کہنے اس خوشی وشادمانی کے حاصل ہونے اور مراد کو پانے کے، اور اگر نہ آئے تو دل کی دنیا کے اجڑنے کا کیا کہیں، آ جا۔ تو سورج کی مانند ہے، جب وہ قریب ہو اور دور ہو (قریب یا دور ہونے سے اس کی ضیاء پاشی میں کوئی فرق نہیں آتا، اسی طرح تو بھی) اے شمس دور ہونے کے باوجود (دل کے) قریب ہے، آ جا۔

که ازاں دم که تو سفر کردی — از حلاوت جدا شدیم چو موم

همه شب چو شمع می سوزیم — ز آتشش جفت وزانگبیں محروم

شامم از تو صبح روشن باد — اے بتو فخر شام وارمن وروم ؎

الغرض سلطان ولد نہایت شان وشوکت اور عزت واحترام کے ساتھ حضرت شمس کو دوبارہ قونیہ لے کر آ گئے۔ (جاری ہے...........)

؎ ترجمہ: اس وقت سے جبکہ آپ سفر اختیار کر کے ہم سے جدا ہوئے، ہم لذت ومزیداری سے اس طرح جدا ہیں، جیسے موم (شہد سے الگ کر دیا جاتا ہے) ساری رات (جدائی کی سوزش سے) ہم شمع کی طرح پگلتے، گھلتے رہتے ہیں (جدائی کی) آگ سے جڑے ہوئے ہیں، اور خوشگواری ومٹھاس سے بالکل محروم ہیں، ہماری شامِ غم اللہ کرے آپ (کی زیارت وملاقات) سے صبح کی طرح روشن ومنور ہو جائے، اے وہ شخص جو روم وشام اور آرمینیا کا سرمایۂ فخر ہے۔

محمد امجد حسین

خزاؤں کے منظر ابھرنے لگے

زمانے کے تیور بگڑنے لگے	ہواؤں کے رخ بھی بدلنے لگے
عنادل چمن میں ہیں سہمے ہوئے	خزاؤں کے منظر ابھرنے لگے
گل ولالہ، شمشاد وسنبل کہاں؟	چمن سے صبا جب بھٹکنے لگے
بسیرا ہو الوؤں کا ہر ڈال پر	گلستان میں تب خاک اڑنے لگے
پڑی ہم پہ شامت گناہوں کی ہے	کہ دریا بھی ہم پہ جو چڑھنے لگے
سکنجے کفر کے کسے جا رہے	مسلماں شرع سے بدکنے لگے
نئی روشنی کے نتائج ہیں یہ	تھپیڑے بلاؤں کے پڑنے لگے
مظالم زمیں پر جو حد سے بڑھے	سمندر بھی پھر تو بپھرنے لگے
کرو مل کے آہ ودعا دوستو!	مصائب انابت سے ٹلنے لگے
خدایا! کرم کی ترے آس ہے	جو ساحل پہ بیڑا اترنے لگے

یہ خونی جو منظر ہے امجدؔ عیاں
مرا قلبِ مضطر دھڑکنے لگے

امتِ مسلمہ میں گزشتہ ہلاک شدہ امتوں والے عیوب پیدا ہوں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

عنقریب میری امت کو بھی پچھلی امتوں والے امراض (کہنہ ومزمنہ ومھلکہ) لگ جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! (پچھلی) امتوں کے امراض کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نعمتوں کی ناقدری (وناشکری) نعمتوں کو پا کر سرکشی واتراہٹ میں مبتلا ہونا، مال میں ایک دوسرے پر سبقت و بڑھوتری کی دوڑ لگنا، دنیاداری میں مبالغہ وفریب (پروپیگنڈہ) سے کام لینا، باہم بُغض (وعداوت) حسد، (کینہ) رکھنا، یہاں تک کہ ان چیزوں میں حد سے تجاوز ہوگا (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۷۴۱۹)

اور ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ان الفاظ میں منقول ہے کہ:

عنقریب میری امت داءُ الامم (یعنی سابقہ امتوں کی بیماری) کا شکار ہوگی، تو پوچھنے والوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! داءُ الامم (یعنی سابقہ امتوں کی بیماری) کیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نعمتوں کی ناقدری (کفرانِ نعمت) نعمتوں کی وجہ سے سرکشی وتکبر میں پڑنا، قطع تعلقی وحقوق کی پائمالی اور دنیا کی دوڑ، اور بغض (وعداوت) بخل (کنجوسی) یہاں تک کہ ان چیزوں میں حد سے تجاوز کر جائیں گے، پھر قتل وغارت گری ہوگی (معجم اوسط، حدیث نمبر ۹۰۱۶؛ البدع لابن وضاح عن ابی سعید الغفاری، حدیث نمبر ۲۲۴)

نفسانفسی کا عالَم اور دینداری پر طعن و تشنیع ہو گی

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عنقریب میری امت میں فتنے رونما ہوں گے، یہاں تک کہ آدمی ان فتنوں میں اپنے باپ کو اور بھائیوں کو بھی چھوڑ دے گا (خون کے رشتے نظر انداز ہو جائیں گے) یہاں تک کہ آدمی کو ان آزمائشوں وغیرہ پر طعنہ اور عار دِلائی جائے گی، جن میں وہ مبتلا ہوا تھا، جس طرح کہ زانیہ کو اس کے زنا پر عار دِلائی جاتی ہے (مصائب وغیرہ میں مبتلا ہونا بھی آدمی کا عیب شمار ہو گا)

(الفتن لنعیم بن حماد، جزء ۱، صفحہ ۱۶)

فائدہ: قیامت میں نفسانفسی کا عالَم تو ہو گا ہی، جس میں ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی، اولاد، والدین، میاں بیوی ایک دوسرے کے منہ بھی نہ لگیں گے، نہ ایک دوسرے کے کام آئیں گے (ہاں جو نیکوکار ہوں گے، وہ ایک دوسرے کے کام آئیں گے) جیسا کہ قرآن مجید میں قیامت کا یہ منظر بایں الفاظ کھینچا گیا ہے، یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡهِ (سورہ عبس، آیت نمبر ۳۴)

لیکن قیامت کا یہ منظر نامہ ایک خاص حد تک خود اس دنیا میں بھی برپا ہو کر رہے گا، اس حدیث میں اسی کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب انسانیت کی بنیادیں ہل جائیں، اخلاقی وروحانی قدریں پائمال ہو جائیں، مادیت میں انسان پوری طرح دھت ہو جائے، مادہ ہی اس کا منتہائے مقصود ہو، اور سفلی خواہشات کی تکمیل ہی کو انسان مقصدِ حیات بنالے، پھر یہ ایسے رونما ہوتے ہیں، دینی قدروں کا مذاق اُڑایا جاتا ہے، مادہ پرست انسان دینداری پر اور اللہ کے راستے میں قربانیاں دینے اور مجاہدات کرنے والے کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، دین گویا کہ ان کے نزدیک ایک فضول چیز اور دینداری، پاگل پنا قرار پاتی ہے، غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ہمارے دور کا عمومی منظر نامہ یہی تو نہیں؟

سانپ بچھوؤں کی طرح ایک دوسرے کوڈسا جائے گا، اور خونریزی ہوگی

حضرت کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ لِلْإِسْلَامِ مِنْ مُنْتَهى ؟ قَالَ " :أَيُّمَا أَهْلِ بَيْتٍ ؟ "وَقَالَ :فِي مَوْضِعِ آخَرَ قَالَ " :نَعَمْ، أَيُّمَا أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْعَرَبِ، أَوِ الْعُجْمِ أَرَادَ اللهُ بِهِمْ خَيْرًا، أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الْإِسْلَامَ "قَالَ :ثُمَّ مَهْ ؟ قَالَ " :ثُمَّ تَقَعُ الْفِتَنُ كَأَنَّهَا الظُّلَلُ "قَالَ :كَلَّا وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ " :بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، ثُمَّ تَعُودُونَ فِيهَا أَسَاوِدَ صُبًّا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ " (مسند احمد، حديث نمبر ۱۵۹۱۷، واللفظ لهٗ؛ شرح مشكل الآثار؛ معجم كبير طبراني؛ مسند الشاميين للطبراني؛ دلائل النبوة للبيهقي؛ مستدرک حاكم)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! کیا اسلام کا مقامِ منتہیٰ (یعنی انتہاء واختتام) بھی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کسی گھرانے (یا یہ فرمایا کہ عرب یا عجم میں سے جس کسی گھرانے) کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرمائیں گے، ان پر اسلام کو داخل فرمادیں گے (یعنی وہ اسلام قبول کرکے اسلام میں داخل ہوجائیں گے) پوچھا پھر کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر فتنے واقع وظاہر ہونے لگیں گے (اور ایسے محیطِ عام فتنے ہوں گے) گویا کہ وہ بادل ہیں (جو پورے افق اور ماحول پر چھا گئے ہوں) عرض کیا، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، پھر تم ان فتنوں میں کالے ناگ بن کر لوٹو گے، جو ڈسنے کے لیے پھن پھیلا کر کھڑا ہوجاتا ہے، تمہارے بعض بعض کی گردنیں اُڑائیں گے (خانہ جنگی، قتل وغارت گری اور باہم مسلمان خون خرابہ کریں گے) (ترجمہ ختم)

سوئے ہوئے فتنوں کو جگانا بڑا جرم ہے

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الفتنة إذا أقبلت شبهت وإذا أدبرت أسفرت وإن الفتنة تلقح بالنجوى وتنتج بالشكوى فلا تثيروا الفتنة إذا حميت ولا تعرضوا لها إذا عرضت إن الفتنة راتعة فى بلاد الله تطأ فى خطامها لا يحل لأحد من البرية أن يوقظها حتى يأذن الله تعالى لها الويل لمن أخذ بخطامها ثم الويل له ثم الويل له

(الفتن لنعيم بن حماد، جزء ۱، صفحہ ۷۹، واللفظ لهٗ؛ حلية الاولياء لابى نعيم الاصبهانى، عن ابى الدرداء، ؛ السنن الواردة فى الفتن للدانى، باختصار)

ترجمہ: بلاشبہ فتنہ جب ظاہر ونمودار ہوتا ہے، تو مشتبہ ہوتا ہے (حق و باطل اور صحیح وغلط اس میں خلط ملط ہوتا ہے، سمجھ نہیں آ رہی ہوتی کہ حق کیا ہے، اور باطل کیا ہے؟) اور جب (فتنہ) پیٹھ پھیر کر جانے لگتا ہے، تو سب کچھ روشن ہوجاتا ہے (حق و باطل واضح ہوجاتا ہے، اور بآسانی سمجھ آ جاتا ہے کہ اس فتنہ میں غلط کون تھے، صحیح کون؟ حق کیا تھا، اور باطل کیا؟) بے شک فتنہ خفیہ سازشوں (سرگرمیوں) کے ساتھ حامل اور گابھن ہوتا ہے (یعنی فتنہ ظہورِ عام سے پہلے اندر ہی اندر نمو پاتا ہے) اور دکھ وتکلیف کے ساتھ بچہ جنتا ہے (یعنی برگ وبار لاتا، اور آشکارا ہوتا ہے) لہٰذا جب فتنہ گرم ہونے (اور پکنے) لگے، تو اُس کو نہ اُبھارو، اور جب وہ نمودار (وآشکارا) ہوجائے، تو اس کا سامنا نہ کرو، بے شک فتنہ اللہ کے شہروں میں چرتا پھرتا ہے، اور اپنی رسی ولگام میں روندتا پھرتا ہے، مخلوق میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اسے بیدار کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اسے ظہور کی اجازت (بامرِ تکوین) دیں، ہلاکت ہو، اس کے لیے جو فتنہ کی رسی ولگام کو پکڑے (یعنی فتنہ کو جگانے کا سبب بنے) پھر اس کے لیے ہلاکت ہو، پھر اس کے لیے ہلاکت ہو (ترجمہ ختم)

پیارے بچو! مفتی محمد رضوان

صبح اور شام کا مبارک وقت

پیارے بچو! اللہ میاں نے دن کو کام کاج کے لئے اور رات کو سونے اور آرام کرنے کے لئے بنایا ہے۔
انسان دن بھر کام کاج کرتے ہیں، تو شام تک کام کاج کر کے تھکن ہو جاتی ہے، اس لئے رات کو سونے اور آرام کرنے کا تقاضا اور ضرورت ہوتی ہے۔

نیند سے جسم کو پوری طرح آرام مل جاتا ہے، دن بھر کام کاج کرتے رہنے کی وجہ سے، آنکھیں، زبان، ہاتھ پاؤں اور دماغ ساری چیزیں تھک جاتی ہیں۔

لیکن جب رات کو نیند آتی ہے تو نیند سے جاگ کر ان ساری چیزوں کی تھکن دور ہو جاتی ہے۔

اور نیند کا سب سے اچھا وقت رات کا ہے، اور رات کا وقت ہی اللہ تعالیٰ نے آرام کرنے کے لئے بنایا ہے، رات ہونے سے پہلے شام آتی ہے، اور شام ہوتے ہی ہر چیز پر آرام اور سکون کے اثرات پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

جانور بھی اپنے گھروں کی طرف جانا شروع کر دیتے ہیں، اور بول چال بند کر دیتے ہیں، اور درختوں پر بھی عجیب سا سناٹا پیدا ہو جاتا ہے۔

آؤ تمہیں شام اور رات کے وقت کے بارے میں ایک نظم سنائیں۔

جھٹ پٹا سا ہوگیا ہے شام کا	❦	صاحبو! یہ وقت ہے آرام کا
قصد چڑیوں نے بسیرے کا کیا	❦	ڈھونڈھتی ہیں اپنا اپنا گھونسلا
دیکھنا سورج ہے چھپنے کے قریب	❦	تھم گئے چلتے مسافر بھی غریب
لو! کبوتر بھی گرے پر جوڑ کر!	❦	لیں گے اپنے چھوٹے بچوں کی خبر
شام کو بستی سے جنگلوں کی طرف	❦	اڑ چلے کوّے بھی ملکر صف بہ صف
دن میں جو آواز تھی مدھم پڑی	❦	بھنبھناہٹ مکھیوں کی کم پڑی
جانور دن بھر قلانچیں بھر چکے	❦	اپنا اپنا کام پُورا کر چکے
وہ جو کُٹ کُٹ کر رہی تھیں مرغیاں	❦	ڈھونڈتی ہیں اپنے ڈربے کا نشاں

بھیڑ، بکری، اونٹ گھوڑا گاؤخر	آن پہنچے اپنے اپنے تھان پر
اب ہَوا کے تیز جھونکے رُک گئے	سو گئے پیڑ اور پتے جھک گئے
لو سویرے تک ہمارا بھی سَلام	وقت ہے ناوقت کیا کیجئے کلام
اب کہاں باقی ہے موقع کام کا	صاحبو! یہ وقت ہے آرام کا

پھر جب صبح ہوتی ہے تو دن کے آنے کے اثرات شروع ہوجاتے ہیں، اور صبح سونے والوں کو اٹھانے کے لئے اس طرح آتی ہے کہ ہر چیز پر جاگنے کے اثرات شروع ہوجاتے ہیں۔

صبح کیا کہتی ہے؟ آؤ تمہیں اس بارے میں ایک نظم سنائیں:

اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
خبر دن کے آنے کی میں لارہی ہوں	بہار اپنی مشرق سے دکھلا رہی ہوں
اذاں پر اذاں مرغ دینے لگا ہے	سہانا ہے وقت اور ٹھنڈی ہوا ہے
اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
ہر اِک باغ کو میں نے مہکا دیا ہے	نسیم اور صبا کو بھی لہکا دیا ہے
چمن سرخ پھولوں سے دہکا دیا ہے	مگر نیند نے تم کو بہکا دیا ہے
اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
کھلاتی ہوئی پھول آئی چمن میں	بجھاتی چلی شمع کو انجمن میں
عجب یہ سماں ہے عجب یہ گھڑی ہے	کہ کلیوں سے پھولوں کی اِک پوپھٹی ہے
اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
مؤذّن کو مسجد کے میں نے اٹھایا	نمازی کو مسجد کے میں نے جگایا
بھٹکتے مسافر کو رستہ بتایا	اندھیرا گھٹایا اجالا بڑھایا
اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
ہشیار ہو جاؤ اور آنکھ کھولو	نہ لو کروٹیں اور نہ بستر ٹٹولو
خدا کو کرو یاد اور منہ سے بولو	پس اب تم اٹھ کے منہ ہاتھ دھولو

Idara Ghufran

اٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں		
مجھے پاؤ گے دیکھتے ہو جہاں تک	❀	کرو گے بھلا کا ہلی تم کہاں تک
بڑی دھوم سے ہے آئی میری سواری	❀	جہاں میں ہوا اب مرا حکم جاری
اٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں		
ستارے چھپے رات اندھیری سدھاری	❀	دکھائی دیئے باغ اور کھیت کیاری
میں مشرق سے مغرب پہ کرتی ہوں دھاوا	❀	نہیں کہتی کچھ تم سے اس کے علاوہ
اٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں		
خبر دن کے آنے کی میں لا رہی ہوں		

پیارے بچو! دن اور رات اور صبح وشام کے یہ سارے وقت اللہ میاں کے حکم سے آتے اور جاتے ہیں، ان کے لانے اور لے جانے کی اللہ میاں کے علاوہ کسی اور میں طاقت نہیں ہے، اور سورج اور چاند اور ستارے سب کو اللہ میاں نے ہی پیدا کیا ہے۔ (ماخوذ از ''پیارے بچو'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

Idara Ghufran

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

قربانی

معزز خواتین! قربانی کے دنوں کی آمد آمد ہے، ہر اسلامی سال کے آخری مہینہ (ذی الحجہ) کی ۱۰،۱۱،۱۲ تاریخوں میں دنیا بھر کے مسلمان بلامبالغہ کروڑوں جانور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتے ہیں، قربانی کا یہ عمل دینِ اسلام کے شعائر میں شمار ہوتا ہے، قرآن پاک اور حدیث شریف میں کئی جگہ قربانی کے عمل کی مختلف انداز سے ترغیب دی گئی ہے، مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۃ انعام آیت ۱۶۲)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ

(سورۃ حج آیت ۳۴)

ترجمہ: اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چوپائے اللہ نے ان کو دیئے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِّیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ ،فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ (سورۃ حج آیت ۲۷،۲۸)

ترجمہ: اور لوگوں میں حج کے لئے اعلان کر دو تاکہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر جو دور (دراز) راستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہوکر) چلے آئیں۔ تاکہ اپنے فائدے کے کاموں کے لئے حاضر ہوں اور (قربانی کے) متعین دنوں میں ان چوپایوں (کے ذبح کے وقت) جو اللہ نے ان کو دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں (پھر) ان میں سے تم بھی کھاؤ اور

Idara Ghufran

تنگ دست کو بھی کھلاؤ۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت کردہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ،اِنَّہٗ لَیَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا، وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْساً "(سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰، ابواب الاضاحی، باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ ، سنن ابنِ ماجۃ ص ۲۲۶، ابواب الاضاحی، باب ثواب الاضحیۃ)

ترجمہ: رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں،سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو (ترجمہ ختم)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُ؟ قَالَ "سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ" قَالُوْا فَمَالَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ "بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ " قَالُوا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ ،قَالَ "بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ

(سنن ابنِ ماجۃ ،ابواب الاضاحی ، باب ثواب الاضحیۃ ، ص ۲۲۶)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) باپ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا طریقہ ہے (یعنی یہ قربانیاں دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی رضا کی خاطر ذبح کرنے کے عمل کی یادگار ہے،اور اس کی اتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے) صحابہ نے عرض کیا کہ پھر ہمارے لئے اس (قربانی کے عمل) میں اے اللہ کے رسول! کیا اجرو ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اللہ کی رضا کے لئے قربان کئے ہوئے جانور کے) ہر ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی ،حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ پس اون (والے جانور کو

بطورِ قربانی ذبح کرنے) پر اے اللہ کے رسول! کیا (اجروثواب) ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اون (والے جانور) کے ہر ہر بال کے بدلے بھی ایک ایک نیک ملے گی (سنن ابن ماجہ)

ان آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ سے قربانی کے عمل کی اہمیت وفضیلت کا علم ہوا۔

قربانی کا حکم

قربانی کا عمل واجب درجے کا عمل ہے، یعنی جس طرح روزانہ رات کو وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے، نہ پڑھیں تو گناہ ہوتا ہے، اور بعد میں اس کی قضا بھی کرنی پڑتی ہے، اور جس طرح عید الفطر کے موقع پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، نہ ادا کریں تو گناہ ہوتا ہے، اور جب تک ادا نہ کریں ذمہ میں واجب ہی رہتا ہے، معاف نہیں ہوتا، اسی طرح عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا بھی واجب ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص (مرد ہو یا عورت) قربانی واجب ہونے کے باوجود کسی سال قربانی نہ کرے تو وہ شخص گناہ گار بھی ہوگا، اور اسے اس قربانی کی قضا کے طور پر قربانی کے لائق ایک زندہ بکرا بھی صدقہ کرنا پڑے گا۔

اسلام کے دیگر اکثر وبیشتر احکام کی طرح قربانی کا حکم بھی (شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے) مَردوں، عورتوں سب پر واجب ہے، اس لئے خواتین کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی مالی پوزیشن کسی مستند عالمِ دین کے سامنے ذکر کر کے اپنے حق میں قربانی کا حکم معلوم کر لیں، اس لئے کہ ممکن ہے کہ کسی خاتون پر مسئلے کی رو سے قربانی واجب ہوتی ہو، مگر شرعی حکم سے لاعلمی کی وجہ سے وہ کئی سالوں سے قربانی نہ کر رہی ہو، اور اس کی وجہ سے مسلسل گناہ گار ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے ذمہ کئی سالوں کی قربانی بطورِ قضا بھی لازم ہو چکی ہو۔

علاوہ ازیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ قربانی کا واجب (شریعت کی طرف سے متعینہ) جانور ذبح کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے، رقم صدقہ کر دینے سے ادا نہیں ہوتا، خواہ جانور کی قیمت سے زیادہ رقم ہی کیوں نہ صدقہ کر دی جائے۔

نیز یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہم ایک جانور کو قربان کرتے ہیں، تو ہمیں اس سے یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہمیں اپنی نفسانی خواہشات کو بھی قربان کرنا چاہئے۔

ہمیں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں ہر حکم کو پورا کرنے کے لئے کسی نہ کسی چیز کی قربانی ضرور دینی پڑتی ہے، کبھی آرام کی قربانی، کبھی کسی خواہش کی قربانی، کبھی اپنے کسی جذبے کی قربانی، کبھی مال کی قربانی، کبھی اپنی کسی پسندیدہ چیز کی قربانی، کبھی اپنے پیارے رشتہ داروں سے دوری کی قربانی، وغیرہ وغیرہ، اس لئے ہمیں دین کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے، واللہ الموفق۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

تشہُّد میں بیٹھنے اور اُنگلی سے اشارہ کا طریقہ

سوال

(۱)......مرد حضرات کو نماز کے قعدے میں کس طریقہ سے بیٹھنا سنت ہے؟ اور اس کے کیا دلائل ہیں؟

(۲)......نماز کے تشہد میں کیا انگلی اٹھانا سنت ہے، اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

(۱)......نماز کے قعدہ میں کس طرح بیٹھنا چاہئے، اس بارہ میں احادیث وروایات مختلف ہیں۔

اور احادیث وروایات کے مختلف ہونے کی وجہ سے فقہائے کرام کا بھی اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن وہ اختلاف افضلیت کے درجے کا ہے، نہ کہ جائز ونا جائز اور حلال وحرام کے درجے کا۔

ہمارے فقہائے احناف نے مرد حضرات کے حق میں قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ (دونوں قعدوں) میں افتراش کو افضل قرار دیا ہے، اور عورت کے حق میں تورک کو افضل قرار دیا ہے۔

اور افتراش اور تورک میں معمولی سا فرق پایا جاتا ہے۔ [۱]

---

[۱] والمسألة رباعية :فعندنا :الافتراش فيها .وعند مالك رحمه الله تعالى :التورك فيها .وعند الشافعية :الافتراش فى الأولى والتورك فى الثانية، وفى الثانية التورك فقط .وعند أحمد رحمه الله تعالى: كل تشهد بعده سلام، فقيه تورك، وإلا فافتراش .والصواب ما ذكره ابن جرير فى اختلاف الفقهاء :أن الصور كلها ثابتة، فالترجيح فى الاختيار .وراجع أدلتنا من الطحاوى، والجوهر النقى. قوله :(جلسة الرجل) وعندنا فرق بين جلسة الرجل والمرأة، فإنها تتورك لكونه أستر لها، ولنا فى ذلك مرسل فى مراسيل أبى داود .ومما يدلك على الفرق بين الهيئة فى صلاتهما :ما قال أحمد رحمه الله تعالى :إنها لا ترفع يديها عند الركوع والسجود، فليتنبه .ثم اعلم أن الافتراش والتورك فى اللغة قريب من السواء ، فإن فى التورك افتراشا، وفى الافتراش جلوسا على الورك أيضا، فلا فصل فى هذين اللفظين، فإنهما صالحان للنظرين، إلا أن الراوى إذا قابل بينهما، دل على أنه قصد الفرق بينهما(فيض البارى شرح البخارى،للكشميرى،باب سنة الجلوس فى التشهد)
والخلاف فى المختار لا فى الجواز(العرف الشذى شرح سنن الترمذى للكشميرى،باب ما جاء فى وصف للصلاة)

افتراش سے مراد یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرلیا جائے، اور بایاں پاؤں بچھا کراس پر بیٹھا جائے۔اور تورک سے مراد یہ ہے کہ اپنے دونوں پاؤں پیچھے کی طرف کرکے دائیں طرف نکال دیئے جائیں، اور اپنے سرین زمین پر ٹکا کر بیٹھا جائے، جس طرح سے کہ خواتین نماز کے قعدہ میں بیٹھتی ہیں۔خواتین کوتو اس طرح بیٹھنا افضل ہے، کیونکہ ان کے حق میں اس طریقہ میں پردہ کی زیادہ رعایت ہے۔اورمرد حضرات کودایاں پاؤں کھڑا کرکے اور بایاں پاؤں بچھا کراس پر بیٹھنا افضل ہے، کیونکہ اس میں ادب کی زیادہ رعایت پائی جاتی ہے۔ [۱]

اس طرح ہمارے فقہائے کرام نے افتراش اورتورک سے متعلق دونوں قسم کی احادیث کومرد اورعورت کے حق میں اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے قابلِ عمل قرار دیا ہے۔

آگے احادیث وروایات کی روشنی میں اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -يَسْتَفْتِحُ الصَّلاَةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةَ بِ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِىَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِىَ جَالِسًا وَكَانَ

---

[۱] والمعتمد فى مذهبنا أن الأفضل هو الإفتراش فإنه لو كان هيئة أحسن وأفضل وأبلغ فى الأدب وأكمل لداوم عليه السلام عليها وحيث لم يثبت عنه عليه السلام غيرها إلا التربع وهو يحتمل أن يكون عن عذر فالعدول عن هيئة جلوسه إلى نوع آخر فى غاية من قلة الأدب وقيل الإقعاء أن يضع وركه على الأرض وينصب ركبتيه بحيث يكون قدماه عليها وجاء فى رواية أن سبب النهى عنه ما فيه من التشبه بالكلاب والقردة وقيل عقبة الشيطان تقديم رجل على أخرى فى القيام وقيل هى ترك عقبيه غير مغسولين فى الوضوء وينهى أن يفترش أى فى السجود الرجل أى لا المرأة لأن مبنى أمرها على التستر قال الطيبى التقييد بالرجل يدل على أن المرأة تفترش ذراعيه أى نهى عن انضمامهما بالأرض فى السجود (مرقاة، ج۲ ص ۲۵۳، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

وتفسير التورک أن يضع اليتيه على الارض ويخرج رجليه إلى جانبه الايمن (تحفة الفقهاء للسمر قندى ج ۱ ص ۱۳۷)

وهذا فى حق الرجل فأما المرأة فإنها تقعد كأستر ما يكون لها فتجلس متوركة ؛ لأن مراعاة فرض الستر أولى من مراعاة سنة القعدة (بدائع الصنائع ،كتاب الصلاة، فصل فى سنن حكم التكبير ايام التشريق)

قال رحمه الله (وهى تتورک)أى المرأة تتورک ؛ لأنه أستر لها (تبيين الحقائق ج ۱ ص ۱۲۱)

يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ (مسلم، حديث نمبر ۱۱۳۸، واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، حديث نمبر ۷۸۳؛ مسند احمد، حديث نمبر ۲۴۰۳۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر (یعنی اللہ اکبر) سے اور قرأۃ کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (یعنی سورہ فاتحہ) سے شروع فرماتے تھے، اور جب آپ رکوع فرماتے تو اپنے سر کو نہ تو زیادہ نیچے جھکاتے تھے، اور نہ اوپر کو اُٹھاتے تھے، بلکہ اس کے درمیان (یعنی سیدھا) رکھتے تھے، اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تھے تو سجدہ میں اس وقت تک نہیں جاتے تھے جب تک سیدھے کھڑے نہیں ہو جاتے تھے، اور جب سجدے سے سر اُٹھاتے تھے، تو اس وقت تک (دوسرے) سجدے میں نہیں جاتے تھے، جب تک سیدھے نہیں بیٹھ جاتے تھے، اور ہر دو رکعت میں التحیات پڑھتے تھے، اور (ہر دو رکعت کی التحیات پڑھنے کے وقت) اپنے بائیں پیر کو بچھا لیا کرتے تھے، اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیا کرتے تھے، اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے، اور اس بات سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی (یعنی مَرد) درندے کی طرح اپنی

---

[1] إسناده صحيح على شرط مسلم، بديل -وهو ابن ميسرة العُقيلى -من رجاله، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين .إسحاق الأزرق :هو ابن يوسف، وحسين المُكتِب :هو ابن ذكوان المعلِّم، وأبو الجوزاء :هو أوس بن عبد الله الرَبَعى .وأخرجه مطولاً ومختصراً عبد الرزاق فى "مصنفه(2540)و(2602) و(2873) و(3014) و (3050) ، وابن أبى شيبة 1/229و 252و 284و 285و289، وإسحاق بن راهوية فى "مسنده "(1331) ، ومسلم (498) ، وأبو داود (783) ، وابن ماجه (812) و (869) و(893) ، وأبو يعلى (4667) ، وابن خزيمة (699) ، وأبو عوانة 2/94و 96و 164و189، وابن حبان (1768) ، والبيهقى فى "السنن 2/15 "و 85و 113و 172من طرق عن حسين، بهذا الإسناد .وأخرجه الطيالسى (1547) ، والطبرانى فى "الأوسط(7613)من طريق عبد الرحمن بن بديل بن ميسرة، عن أبيه، به .وخالفهم حماد بن زيد.فأخرجه البيهقى مختصراً 2/15من طريق حماد بن زيد، عن بديل، عن عبد الله بن شقيق، عن عائشة، به قال الدارقطنى فى "العلل/5 "الورقة .97والقول قول من قال :عن أبى الجوزاء .وسيأتى مطولاً ومختصراً بالأرقام (24031) و(24791) و (25382) و (26402) ، وسيأتى من طريق يحيى بن سعيد القطان وحده برقم (25617). وانظر أحاديث الباب فى مسند عبد الرحمن بن أبزى عند الرواية(15371). قال السندى: قولها :والقراءة بـ(الحمد لله رب العالمين) : من يرى الإخفاء بالتسمية يقول :المراد بالقراءة الجهر بالقراءة، ومن يرى الجهر بها يقول :قول :(الحمد لله رب العالمين) كناية عن الفاتحة (حاشيه مسند احمد)

کہنیوں کو بچھائے،اور نماز کوسلام پر ختم فرمایا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مَرد حضرات کوتشہُّد میں داہنا پاؤں کھڑا کرنا اور بایاں پاؤں بچھالینا سنت ہے۔ ساتھ ہی اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حضورﷺ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے،ورنہ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے قرأت شروع کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَکَ الْيُمْنَى وَتَثْنِيَ الْيُسْرَى (بخاری حدیث نمبر ۷۸۴، واللفظ لہ؛ موطا امام محمد، حدیث نمبر ۱۵۳؛ نسائی، حدیث نمبر ۱۱۵۶؛ ابو داؤد، حدیث نمبر ۹۶۰؛ مصنف ابن ابی شيبة، حدیث نمبر ۲۹۴۴)

ترجمہ: نماز کی سنت یہ ہے کہ آپ اپنے دائیں پیر کو کھڑا کرلیں اور بائیں پیر کو بچھالیں (ترجمہ ختم)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وبهذا نأخذ وهو قول أبى حنيفة رحمه الله -

ترجمہ: اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں،اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے(ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اس طرح تفصیل آئی ہے:

مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنَى وَاسْتِقْبَالُهُ بِأَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوسُ عَلَى الْيُسْرَى (سنن النسائی ،باب الِاسْتِقْبَالِ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ الْقَدَمِ الْقِبْلَةَ عِنْدَ الْقُعُودِ لِلتَّشَهُّدِ، حدیث نمبر ۱۱۵۷) [۱]

ترجمہ: نماز کی سنت یہ ہے کہ آپ اپنے دائیں قدم کو کھڑا کرلیں اور اس کی انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف کرلیں،اور بائیں پیر پر بیٹھ جائیں (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى اسْوَدَّ ظَهْرُ قَدَمِهِ (ابو داؤد، حدیث نمبر ۹۶۳؛ مُصنف ابن أبی شيبة، حدیث نمبر ۲۹۴۲)

---

[۱] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده قوى

ترجمہ: نبی ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تھے، تو اپنے بائیں پیر کو بچھالیا کرتے تھے، یہاں تک کہ (زمین پر بچھنے کی وجہ سے) آپ ﷺ کے پیر کی پُشت سیاہ ہوگئی تھی (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ جریج فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت خالد نے خبر دی کہ مجھے نبی ﷺ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ:

أنه كان إذا جلس فى مثنى تبطن اليسرى فجلس عليها جعل قدمه تحت إليته حتى اسود بالبطحاء ظهر قدمه (مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۳۰۴۹)

ترجمہ: نبی ﷺ جب دو رکعت پر بیٹھتے تھے، تو بائیں پیر کے باطن پر بیٹھتے تھے، اور اپنے قدم کو اپنے نیچے کرلیتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قدم کی پشت زمین پر بچھنے کی وجہ سے سیاہ ہوگئی تھی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نماز کے قعدے میں دایاں پاؤں کھڑا، اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے، کیونکہ تورک کی صورت میں بائیں پاؤں کی پشت کے سیاہ ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے۔

حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِي لِلتَّشَهُّدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى يَعْنِي عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى (ترمذى، حديث نمبر ۲۶۹، بَاب مَا جَاءَ كَيْفَ الْجُلُوسُ فِي التَّشَهُّدِ)

ترجمہ: میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھوں گا (میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھا) تو رسول اللہ ﷺ جب تشہّد کے لیے بیٹھے تو اپنے بائیں پیر کو بچھالیا، اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھا، اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا کرلیا (ترجمہ ختم)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ وَابْنِ الْمُبَارَكِ (حواله بالا)

ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اس پر اکثر اہلِ علم حضرات کا عمل ہے، اور یہی سفیان ثوری

اوراہلِ کوفہ اورابنِ مبارک رحمہم اللہ کا قول ہے(ترجمہ ختم)

اورحضرت وائل کی معجم کبیر طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فَلَمَّا قَعَدَ يَتَشَهَّدُ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى بِالْأَرْضِ، ثُمَّ قَعَدَ عَلَيْهَا فَوَضَعَ كَفَّهُ الْأَيْسَرَ عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى، وَوَضَعَ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ عَقَدَ أَصَابِعَهُ، وَجَعَلَ حَلْقَةً بِالْإِبْهَامِ، وَالْوُسْطَى ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُو بِالْأُخْرَى(المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۱۷۵۴۸)

ترجمہ: پھر جب نبی ﷺ نے تشہد پڑھنے کے لئے قعدہ کیا، تو اپنے بائیں پیر کو زمین پر بچھالیا، پھراس پر بیٹھ گئے، پھراپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھ لیا، اور دائیں کہنی کو دائیں ران پر رکھ لیا، پھراپنی انگلیوں کو بند کرلیا، اوراپنے انگوٹھے اور درمیان والی انگلی سے حلقہ بنایا، اوردوسری (یعنی شہادت کی انگلی) سے اشارہ کیا(ترجمہ ختم)

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْإِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِي الصَّلَاةِ

(مسند احمد، حديث نمبر۱۳۴۳۷، واللفظ لهٗ؛ شرح مشكل الآثار للطحاوی، حديث نمبر ۶۱۷۴، باب بيان مشكل ما روی عن رسول الله ﷺ فی نهيه عن الإقعاء فی الصلاة ما هو مسند البزار حديث نمبر ۷۲۶۱، سنن البيهقی حديث نمبر ۲۸۴۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اقعاء اورتورُّک سے منع فرمایا(ترجمہ ختم) ۱؎

۱؎ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

رواه البزار عن شيخه هارون بن سفيان ولم أجد من ذكره وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج۲ص۸۶، باب الاقعاء والتورک فی الصلاة)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

تَفَرَّدَ بِهِ يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلَحِينِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ(سنن البيهقی)

امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذا الحديث لا نعلم رواه عن حماد بن سلمة إلَّا يحيى بن إسحاق ، ولا يروى عَن أَنَس إلَّا من هذا الوجه(مسند البزار)

مگراولاً تو مسند احمد میں ھارون بن سفیان کا واسطہ موجود نہیں، بلکہ امام احمد رحمہ اللہ نے براہِ راست یحییٰ بن اسحاق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن التورک والإقعاء (مسند البزار حدیث نمبر ۴۵۸۶) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تورک اور اقعاء سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

اقعاء اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ اپنے گھٹنے سامنے کی طرف کھڑے کرکے اپنی سرین پر بیٹھا جائے، اور پنجوں کو زمین پر رکھا جائے، خواہ ہاتھ زمین پر ہوں یا گھٹنوں پر یا کہیں اور۔

بعض حضرات نے اقعاء اس طرح بیٹھنے کو قرار دیا ہے کہ دونوں پاؤں کو پیچھے کی طرف موڑ کر پنجوں کے بل کھڑا کرلیا جائے، جس طرح کہ سجدے میں آدمی کے پاؤں ہوتے ہیں، اور پیروں کی ایڑیوں پر سرین ٹکا کر بیٹھا جائے، جیسا کہ بعض مریض بیٹھتے ہیں۔ اس طرح بیٹھنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

اور تورک کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت حارث فرماتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَنْصِبُ الْيُمْنَى ، وَيَفْتَرِشُ الْيُسْرَى (مُصنف ابن أبی شیبة، حدیث نمبر ۲۹۴۶)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرلیتے تھے، اور بائیں پاؤں کو بچھا لیتے تھے (ترجمہ ختم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور یحییٰ بن اسحاق اور حماد بن سلمہ دونوں ثقہ ہیں، اور مسلم کے رجال میں سے ہیں، لہٰذا یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔
دوسرے امام بزار کے شیخ ہارون بن سفیان مستملی ہیں، جو مکحلہ کے نام سے معروف ہیں، اور ان پر محدثین نے جرح نہیں کی، بلکہ بعض نے ان کا اچھائی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

هارون بن سفیان المستملی المعروف بمکحلة قال :أبو بکر الخلال وقد ذکره فی کتابه فقال: رجل قدیم مشهور ومعروف عنده عن أبی عبد الله مسائل کثیرة ومات لم یحدث بها وأخرج ابنه سفیان بخط أبیه عن أبی عبد الله مسائل صالحة وذکر أنه یخرج الباقی أیضاً .(طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۳۹۵)

[1] قال البزار:

ولا نعلم روی هذا الحدیث إلا سعید بن بشیر عن قتادة تفرد سمرة فی هذا الحدیث بقوله :لا نستوفز فی صلاتنا.

وقال الهیثمی:

رواه البزار والطبرانی فی الاوسط ، وفیه سعید بن بشیر وفیه کلام .(مجمع الزوائد ، باب الاقعاء والتورک فی الصلاة)

ولهٗ شاهد من حدیث انس کمامر.

تشہد میں انگلی اٹھانے کا ثبوت اور اس کا طریقہ

(۲)......تشہد میں انگلی اٹھانا کئی احادیث سے ثابت ہے، اس لئے یہ سنت ہے۔

اور بعض کتب میں جو تشہد میں انگلی اٹھانے کو غیر سنت یا مکروہ لکھا گیا ہے، وہ مرجوح قول ہے۔ ۱؎

۱؎ فتحصل ان المذهب الصحيح المختار اثبات الاشارة وان رواية تركها مرجوحة متروكة (رسائل ابنِ عابدين ج ۱ ص ۱۳۳ ،الرسالة المسماة"رفع الترددفى عقد الاصابع عند التشهد")

وقال فى الشرح الكبير وهذا فرع تصحيح الإشارة وعن كثير من المشايخ لا يشير أصلا وهو خلاف الدراية والرواية فعن محمد أن ما ذكره فى كيفية الإشارة قول أبى حنيفة ا هـ ومثله فى فتح القدير . وفى القهستانى وعن أصحابنا جميعا أنه سنة فيحلق إبهام اليمنى ووسطاها ملصقا رأسها برأسها ويشير بالسبابة ا هـ. فهذه النقول كلها صريحة بأن الإشارة المسنونة إنما هى على كيفية خاصة وهى العقد أو التحليق وأما رواية بسط الأصابع فليس فيها إشارة أصلا ولهذا قال فى الفتح وشرح المنية وهذا أى ما ذكر من الكيفية فرع تصحيح الإشارة أى مفرع على تصحيح رواية الإشارة فليس لنا قول بالإشارة بدون تحليق ولهذا فسرت الإشارة بهذه الكيفية فى عامة الكتب كالبدائع والنهاية ومعراج الدراية والذخيرة والظهيرية وفتح القدير وشرحى المنية والقهستانى والحلية والنهر وشرح الملتقى للبهنسى معزيا إلى شرح النقاية وشرحى درر البحار وغيرها كما ذكرت عباراتهم فى رسالة سميتها (رفع التردد فى عقد الأصابع عند التشهد) وحررت فيها أنه ليس لنا سوى قولين الأول وهو المشهور فى المذهب بسط الأصابع بدون إشارة الثانى بسط الأصابع إلى حين الشهادة فيعقد عندها ويرفع السبابة عند النفى ويضعها عند الإثبات وهذا ما اعتمده المتأخرون لثبوته عن النبى بالأحاديث الصحيحة ولصحة نقله عن أئمتنا الثلاث فلذا قال فى الفتح إن الأول خلاف الدراية والرواية وأما ما عليه عامة الناس فى زماننا من الإشارة مع البسط بدون عقد فلم أر أحدا قال به سوى الشارح تبعا للشرنبلالى عن البرهان للعلامة إبراهيم الطرابلسى صاحب الإسعاف من أهل القرن العاشر وإذا عارض كلامه كلام جمهور الشارحين من المتقدمين والمتأخرين من ذكر القولين فقط فالعمل على ما عليه جمهور العلماء لا جمهور العوام فأخرج نفسك من ظلمة التقليد وحيرة الأوهام واستضىء بمصباح التحقيق فى هذا المقام فإنه من منح الملك العلام(رد المحتار على الدر المختار ،كتاب الصلاة،مطلب مهم فى عقد الأصابع عند التشهد)

وقد ذكر أبو يوسف فى الأمالى :أنه يعقد الخِنصَر والبِنصَر ويُحَلِّق الوسطى والإبهام ويشير بالسَبَّابة .وذكر محمد فى موطّئه :أنه صلى الله عليه وسلم كان يُشِير ونحن نصنع بصنعه .قال :وهو قول أبى حنيفة.قلت: وهو قول سائر الأئمة فيكون عليه إجماع الأُمة .فلا اعتداد بخلاف بعض المشايخ المتأخرين من غير نسبة ولا بيان علة، كما أوضحته فى رسالة مستقلة(شرح النقاية،كتاب الصلاة)

وكذلك مسئلة الإشارة فى التشهد فإن كثيرا من كتب الفتاوى متواردة على منعها وكراهتها فيظن الناظرون فيها أنه مذهب أبى حنيفة وصاحبيه فيشكل عليهم الأمر بورود أحاديث متعددة قولية وفعلية تدل على جوازها وسنيتها قال على القارى المكى فى رسالته تزيين العبارة لتحسين الإشارة بعدما ذكر الأخبار الدالة على الإشارة :لم يعلم من الصحابة ولا من علماء السلف خلاف فى هذه المسئلة ولا فى جواز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ تشہد میں انگلی اٹھانے کی کیفیت اور طریقہ کیا ہو؟ اس بارے میں احادیث میں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔
ہمارے فقہائے کرام نے مختلف احادیث وروایات کی روشنی میں افضل طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ قعدے کے شروع میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر اور بچھا کر رکھی جائیں، اور توحید کی شہادت کے وقت (یعنی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھتے وقت) داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیان کی بڑی انگلی کے کناروں کو ملا کر حلقہ بنالیا جائے، اور باقی دو انگلیوں کو بند کرلیا جائے، اور شہادت کی انگلی سے اس طرح اشارہ کیا جائے کہ ''لا الٰہ'' کہتے وقت انگلی اوپر اٹھائی جائے، اور ''الا اللہ'' پر نیچے جھکالی جائے (تاکہ جو بات زبان سے کہی جارہی ہے، عملی طور پر بھی اس کی موافقت ہوجائے) اور آخر تک اسی طرح انگلی جھکا کر رکھی جائے۔
اور بعض حضرات نے یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ شہادت کی انگلی کے ساتھ والی تینوں انگلیوں کو بند کرلیا جائے، اور انگوٹھے کے سرے کو درمیان والی انگلی کے درمیانی جوڑ پر یا جڑ میں رکھ کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا جائے۔
اور انگلی سے اشارے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کی گواہی دینا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإشارة بل قال به إمامنا الأعظم وصاحباه وكذا مالك والشافعي وأحمد وسائر علماء الأمصار والأعصار وقد نص عليه مشايخنا المتقدمون والمتأخرون فلا اعتداد لما ترك هذه السنة .... وإذا عرفت هذا فحينئذ يسهل الأمر في دفع طعن المعاندين على الإمام أبي حنيفة وصاحبيه فإنهم طعنوا في كثير من المسائل المدرجة في فتاوى الحنفية أنها مخالفة للأحاديث الصحيحة أو أنها ليست متأصلة على أصل شرعي ونحو ذلك وجعلوا ذلك ذريعة إلى طعن الأئمة الثلاثة ظنا منهم أنها مسائلهم ومذاهبهم وليس كذلك (مقدمة الجامع الصغير ،الفصل الأول ،لشيخ الإسلام عبد الحي اللكنوي)

[1] وصفتها أن يحلق من يده اليمنى عند الشهادة الإبهام والوسطى ويقبض البنصر والخنصر ويشير بالمسبحة أو يعقد ثلاثة وخمسين بأن يقبض الوسطى والبنصر والخنصر ويضع رأس إبهامه على حرف مفصل الوسطى الأوسط ويرفع الأصبع عند النفي ويضعها عند الإثبات اهـ (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب مهم في عقد الأصابع عند التشهد)

(والصحيح) المختار عند جمهور اصحابنا انه يضع كفيه على فخذيه ثم عند وصوله الى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والابهام ويشير بالمسبحة رافعا لها عند النفى وواضعا لها عند الاثبات ثم يستمر على ذلك لانه ثبت العقد عند الاشارة بلاخلاف ولم يوجد امر بتغيره فالاصل بقاء الشيئ على ماهو عليه واستصحابه الى آخر امره وقال شارح المنية وصفة الاشارة ان يحلق من يده اليمنى عند الشهادة الابهام والوسطى ويقبض البنصر والخنصر ويشير بالمسبحة او يعقد ثلاثة وخمسين يعنى كالمشير الى هذاالعدد بان يقبض الوسطى والبنصر والخنصر ويضع رأس ابهامه على حرف مفصل الوسطى الاوسط ويرفع الاصبع عند النفى ويضعها عندالاثبات انتهى، وهو يفيد التخيير بين نوعى الاشارة الثابتين عن رسول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

آگے احادیث وروایات کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو قول حسن، وجمع مستحسن،فينبغى للسالک ان ياتى باحدهما مرة وبالآخر اخرىٰ (رسائل ابن عابدين ج ا ص ۱۳۴،الرسالة المسماة"رفع الترددفى عقد الاصابع عند التشهد") قال الطيبى وللفقهاء فى كيفية عقدها وجوه **أحدها** ما ذكرنا(اى أن يعقد الخنصر والبنصر والوسطى ويرسل المسبحة ويضم الإبهام إلى أصل المسبحة) **والثانى** أن يضم الإبهام إلى الوسطى المقبوضة كالقابض ثلاثا وعشرين فإن ابن الزبير رواه كذلک قال الأشرف وهذا يدل على أن فى الصحابة من يعرف هذا العقد والحساب المخصوص **والثالث** أن يقبض الخنصر والبنصر ويرسل المسبحة ويحلق الإبهام والوسطى كما رواه وائل بن حجر ا ہ والأخير هو المختار عندنا قال الرافعى الأخبار وردت بها جميعا وكأنه عليه السلام كان يضع مرة هكذا ومرة هكذا وأشار بالسبابة قال الطيبى أى رفعها عند قوله إلا الله ليطابق القول الفعل على التوحيد ا ہ وعندنا يرفعها عند لا إله ويضعها عند إلا الله لمناسبة الرفع للنفى وملائمة الوضع للإثبات ومطابقة بين القول والفعل حقيقة قال ابن حجر سميت بالسبابة لأنه كان يشار بها عند المخاصمة والسب وسميت أيضا مسبحة لأنه يشار بها إلى التوحيد والتنزيه وهو التسبيح فاندفع النظر فى تسميتها بذلک لأنها ليست آلة التسبيح ثم قال ولا تنافى معرفة ابن عمر لهذا العقد والحساب المخصوص الذى هو فى غاية الدقة والخفاء الحديث المشهور إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب حملا لهذا على الأكثر منهم أو على نفى الحساب المذموم الذى يؤدى إلى التنجيم وغيره ثم خصت المسبحة لأنها لها اتصال بنياط القلب فكان سببا لحضوره واليمنى من اليمن بمعنى البركة فأشير بقبض اليمين إلى التفاؤل بحصول الخيرات للمصلى وأنه يحفظها عن الضياع وإطلاع الأغيار وفى رواية كان إذا جلس فى الصلاة أى للتشهد كما بينته الرواية الأولى وضع يديه على ركبتيه قال ابن حجر لكن مع اختلاف الهيئة كما علم من الروايات السابقة والآتية ورفع أصبعه قال ابن حجر ويسن أن يكون رفعها إلى القبلة لحديث فيه رواه البيهقى وأن ينوى برفعها حينئذ التوحيد والإخلاص لحديث فيه رواه البيهقى وأن لا يجاوز بصره إشارته للإتباع الآتى وأن يخصص الرفع بكونه مع إلا الله لما فى رواية لمسلم وبها يخص عموم خبر أبى داود الآتى يشير بأصبعه إذا دعا فالمراد إذا تشهد والتشهد حقيقة النطق بالشهادة وإنما سمى التشهد دعاء لإشتماله عليه ومنه قوله فى الرواية الثانية يدعو بها أى يتشهد بها وأن يستمر على الرفع إلى آخر التشهد كما قاله بعض أئمتنا وإن اعترضه جمع بأن الأولى عند الفراغ إعادتها ا ہ والأول هو المعول لأن الإعادة تحتاج إلى رواية اليمنى التى تلى الإبهام ظاهر هذه الرواية عدم عقد الأصابع مع الإشارة وهو مختار بعض أصحابنا يدعو وفى نسخة فيدعو أى يهلل سمى التهليل والتحميد دعاء لأنه بمنزلة استجلاب لطف الله تعالى ولذا قيل إذا أثنى عليک المرء يوما كفاه من تعرضه الثناء ومن ذلک قوله عليه السلام أفضل الدعاء يوم عرفة لا إله إلا الله وحده الخ وقال ابن حجر سمى التشهد دعاء لإشتماله عليه إذ من جملته السلام عليک أيها النبى إلى الصالحين وهذا كله دعاء وإنما عبر عنه بلفظ الإخبار لمزيد التوكيد ولذا قال أئمة البيان إن غفر الله له أعظم من اللهم اغفر له لأن الأول يستدعى قوة الرجاء بوقوع المغفرة وأنها صارت كالأمر الواقع المحقق حتى أخبر عنها بلفظ الماضى بخلاف الثانى بها قال الطيبى إما أن يضمن يدعو معنى يشير أى يشير بها داعيا إلى وحدانية الله بالإلهية وإما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت خفاف بن ایماء بن رحضہ غفاری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى يَصْنَعُ ذَلِكَ "، فَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ :إِنَّمَا يَصْنَعُ هَذَا مُحَمَّدٌ بِإِصْبَعِهِ يَسْحَرُ بِهَا وَكَذَبُوا، "إِنَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ يُوَحِّدُ بِهَا رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ (مسند أحمد حديث نمبر ١٦٥٧٢)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نماز میں انگلی سے اسی طرح اشارہ کیا کرتے تھے، اور مشرکین کہا کرتے تھے کہ محمد (ﷺ) یہ (دوسروں پر) جادو کرنے کی غرض سے کرتے ہیں۔

حالانکہ مشرکین کی یہ بات جھوٹ ہے، رسول اللہ ﷺ تو یہ عمل اپنے رب عزوجل کی توحید بیان کرنے کے لئے کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ يُشِيرُ بِأَصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ ، يَقُولُونَ :يَسْحَرُ بِهَا وَكَذَبُوا ، وَلَكِنَّهُ التَّوْحِيدُ (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۴۰۶۴) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے آخر میں بیٹھتے تھے، تو اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے، اور مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے ذریعہ سے جادو کرتے ہیں، حالانکہ مشرکین کی یہ بات جھوٹ تھی، کیونکہ یہ اشارہ تو توحید بیان کرنے کے لئے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن يكون حالا أى يدعو مشيرا بها ويده اليسرى بالنصب فى النسخ المصححة وفى نسخة بالرفع وهو الظاهر على ركبته باسطها قال ابن الملك بفتح الطاء وضمها أى ناشرها أى اليد عليها أى على الركبة من غير رفع أصبع بها رواه مسلم قال ميرک ورواه النسائى وعن عبد الله بن الزبير قال كان رسول الله إذا قعد يدعو أى يقرأ التشهد قال الطيبى سمى دعاء لإشتماله عليه فإن قوله سلام عليک وسلام علينا دعاء ووضع يده اليمنى على فخذه اليمنى ويده اليسرى على فخذه اليسرى وأشار بأصبعه السبابة أى المسبحة ووضع حال أى وقد وضع وقال ابن حجر أى من أول جلوسه للتشهد كما دلت عليه الروايات الأخر ا ه والمعتمد عندنا أنه إنما يضع عند إرادة الإشارة إبهامه على أصبعه الوسطى ويلقم أى أحيانا كفه اليسرى ركبته أى اليسرى (مرقاة، كتاب الصلاة،باب التشهد)

؎۱ قال الهيثمی:

رواه أحمد مطولا وقد تقدم فى صفة الصلاة ، والطبرانى فى الكبير كما تراه ورجاله ثقات.(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۴۰)

تھا(ترجمہ ختم)

اورحضرت نافع سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ، وَأَتْبَعَهَا بَصَرَهُ، ثُمَّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ " :لَهِيَ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيدِ "يَعْنِي السَّبَّابَةَ (مسند احمد، حديث نمبر ۶۰۰۰، واللفظ لهٗ، مسند البزار حديث نمبر ۵۹۱۷،الدعاء للطبراني حديث نمبر ۵۹۰) [۱]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں قعدہ فرماتے تھے،تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے،اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے،اوراس پر اپنی نظر رکھتے تھے، پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شہادت کی انگلی کا اشارہ شیطان پر لوہے (کے اسلحہ) سے زیادہ بھاری ہے(ترجمہ ختم)

شیطان پر بھاری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دی جاتی ہے، جو شیطان کو سخت ناگوار ہے۔

اورحضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت میں ہے:

فَلَمَّا قَعَدَ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ حَدَّ مِرْفَقِهِ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَعَقَدَ ثَلَاثِينَ وَحَلَّقَ وَاحِدَةً، وَأَشَارَ

---

[۱] قال البزار:

تفرد به كثيربن زيد (حواله بالا)

وقال الهيثمي:

رواه البزار وأحمد وفيه كثير بن زيد وثقه ابن حبان وضعفه غيره(مجمع الزوائد ج۲ص ۱۴۰)

قلت :وهو مختلف فيه،فهو حسن الحديث.

قال عَبد الله بن أحمد بن حنبل ، عَن أبيه :ما أرى به بأسًا .وَقَال المفضل بن غسان الغلابي ومعاوية بن صالح ، عن يحيى بن مَعِين :صالح.وَقَال عَبد الله بن أحمد بن إبراهيم الدورقي ، عن يحيى بن مَعِين :ليس به بأس .وَقَال محمد بن عَبد الله بن عمار الموصلي :ثقة.وَقَال أبو زُرْعَة :صدوق ، فيه لين.وَقَال أبو حاتم :صالح ، ليس بالقوي ، يكتب حديثه .وقال احمد بن عدى: ولم أر به بأسًا ، وأرجو أنه لا بأس به .وذكره ابنُ حِبَّان في كتاب "الثقات(كذافي تهذيب الكمال ج۲۴ص۱۱۳، في ترجمة كثير بن زيد الاسلمي)

بِإِصُبَعِهِ السَّبَّابَةِ" (مسند احمد، حديث نمبر ۱۸۸۵۰) [۱]

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ ﷺ نے قعدہ فرمایا تو اپنے بائیں پیر کو بچھا لیا، اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے بائیں گھٹنے پر رکھ لیا، اور اپنے (دائیں ہاتھ کی) کہنی کے آخری حصے کو اپنی دائیں ران پر رکھ لیا، اور تیس کے عدد کی انگلیاں بند کیں (یعنی شہادت کی انگلی کے سرے کو انگوٹھے کے سرے کے قریب رکھا) اور ایک (انگلی) سے (انگوٹھے کے ساتھ) حلقہ بنایا، اور اپنی شہادت کی اُنگلی سے اشارہ کیا (ترجمہ ختم)

اور معجم کبیر طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فَلَمَّا قَعَدَ يَتَشَهَّدُ افْتَرَشَ رِجُلَهُ الْيُسْرٰى بِالْأَرُضِ، ثُمَّ قَعَدَ عَلَيُهَا فَوَضَعَ كَفَّهُ الْأَيُسَرَ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى، وَوَضَعَ مِرُفَقَهُ الْأَيُمَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمُنٰى ثُمَّ عَقَدَ أَصَابِعَهُ، وَجَعَلَ حَلُقَةً بِالْإِبُهَامِ، وَالْوُسُطٰى ثُمَّ جَعَلَ يَدُعُو بِالْأُخُرٰى (المعجم الكبير الطبرانی حديث نمبر ۱۷۵۴۸)

ترجمہ: پھر جب نبی ﷺ نے تشہد پڑھنے کے لئے قعدہ کیا، تو اپنے بائیں پیر کو زمین پر بچھا لیا، پھر اس پر بیٹھ گئے، پھر اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھ لیا، اور دائیں کہنی کو دائیں ران پر رکھ لیا، پھر اپنی انگلیوں کو بند کر لیا، اور اپنے انگوٹھے اور درمیان والی انگلی سے حلقہ بنایا، اور دوسری (یعنی شہادت کی انگلی) سے اشارہ کیا (ترجمہ ختم)

اور معجم کبیر طبرانی ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَعَقَدَ الْخِنُصَرَ وَالَّتِي تَلِيهَا، وَحَلَّقَ بِالْوُسُطٰى، وَالْإِبُهَامِ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ يَدُعُو بِهَا (المعجم الكبير الطبرانی، حديث نمبر ۱۷۵۴۷)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ نے خنصر (یعنی ہاتھ کی چھوٹی انگلی) اور اس کے ساتھ والی اُنگلی کو بند کر لیا، اور درمیان والی اُنگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنایا، اور شہادت کی اُنگلی سے اشارہ کیا، جس سے آپ (اللہ تعالیٰ کی توحید کی) شہادت کا اشارہ کر رہے تھے (ترجمہ ختم) [۲]

---

[۱] إسناده صحيح، رجاله ثقات .عبد الواحد :هو ابن زياد العبدى (حاشية مسند احمد)

[۲] وأما دعاؤه بالسبابة ، فإنما هو الإشارة عند الشهادة (معرفة السنن والآثار للبيهقى، كيفية الجلوس فى التشهد الأول والآخر)

اور ابنِ ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حَلَّقَ بِالْإِبْهَامِ وَالْوُسْطَى وَرَفَعَ الَّتِي تَلِيهِمَا يَدْعُو بِهَا فِي التَّشَهُّدِ(ابنِ ماجة حديث نمبر ۹۰۲) ۱؎

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ نے انگوٹھے اور درمیان والی انگلی سے حلقہ بنایا، اور ان دونوں کے متصل (یعنی شہادت کی) انگلی سے تشہد میں اشارہ کیا(ترجمہ ختم)

اور ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَحَلَّقَ بِالْأَبْهَامِ وَالْوُسْطَى ، وَرَفَعَ الَّتِي تَلِي الْأَبْهَامَ يَدْعُو بِهَا(مصنف ابن أبى شيبة حديث نمبر ۸۵۲۹،مَنْ كَانَ يقول الدعاء بأصبعٍ ويدعو بها)

ترجمہ: اور نبی ﷺ نے انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے حلقہ بنایا، اور انگوٹھے کے ساتھ والی (یعنی شہادت کی) انگلی کو اٹھا کر اشارہ کیا(ترجمہ ختم)

اور ابنِ حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وقبض خنصره والتى تليها وجمع بين إبهامه والوسطى ورفع التى تليها يدعو بها (صحيح ابن حبان حديث نمبر ۱۹۴۵،ذكر العلة التى من أجلها كان يشير المصطفى صلى الله عليه وسلم بالسبابة فى الموضع الذى وصفناه) ۲؎

ترجمہ: اور نبی ﷺ نے اپنی چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرلیا، اور اپنے انگوٹھے اور درمیان والی انگلی کو جمع کیا (یعنی حلقہ بنایا) اور اس کے ساتھ والی (یعنی شہادت کی انگلی) اٹھا کر اشارہ کیا(ترجمہ ختم)

اور بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ عَقَدَ الْخِنْصَرَ وَالْبِنْصَرَ ، ثُمَّ حَلَّقَ الْوُسْطَى بِالإِبْهَامِ ، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ (السنن الكبرى للبيهقى حديث نمبر ۲۸۹۵)

ترجمہ: پھر نبی ﷺ نے چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرلیا، پھر درمیان والی انگلی

۱؎ هذا إسناد صحيح رجاله ثقات وله شاهد فى صحيح مسلم وأبى داود والنسائى من حديث عبد الله بن الزبير (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه)

۲؎ قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح(صحيح ابنِ حبان)

کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر حلقہ بنایا، اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا (ترجمہ ختم)

اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ هَكَذَا وَحَلَّقَ بِشْرٌ الإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ (أبو داوٗد حديث نمبر ۹۸۵)

ترجمہ: اور دو انگلیوں کو بند کرلیا، اور ایک حلقہ بنایا، میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، اس طرح اشارہ فرمارہے تھے، اور بشر (راوی) نے (یہ بات بیان کرتے وقت) انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے حلقہ بنایا، اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا (ترجمہ ختم)

اور سنن نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ هَكَذَا وَأَشَارَ بِشْرٌ بِالسَّبَّابَةِ مِنْ الْيُمْنَى وَحَلَّقَ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى (سنن النسائی حديث نمبر ۱۲٦۴ ،مَوْضِعُ الْمِرْفَقَيْن)

ترجمہ: اور دو انگلیوں کو بند کرلیا، اور حلقہ بنایا، اور میں نے نبی ﷺ کو اس طرح اشارہ کرتے ہوئے دیکھا، اور بشر (راوی) نے (یہ بات بیان کرتے وقت) دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا، اور انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے حلقہ بنایا (ترجمہ ختم)

ان تمام روایات سے درمیان کی بڑی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا معلوم ہوا۔

اور نسائی اور مسند احمد کی ایک روایت میں انگلی کی حرکت کا بھی ذکر ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

ثُمَّ قَبَضَ اثْنَتَيْنِ مِنْ أَصَابِعِهِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا (سنن نسائی ،حديث نمبر ۱۲٦۷ ،بَاب قَبْضِ الثِّنْتَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ الْيُمْنَى وَعَقْدِ الْوُسْطَى وَالْإِبْهَامِ مِنْهَا ، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۱۸۸۷۰)

ترجمہ: پھر نبی ﷺ نے اپنی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کو بند کرلیا، اور ایک حلقہ بنایا، اور اپنی انگلی کو اٹھایا، پس میں نے دیکھا کہ آپ اس کو حرکت دے کر اشارہ کر رہے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ قعدہ کے آخر تک انگلی اٹھا کر اشارہ کرتے رہنا چاہئے، حالانکہ اولاً تو بعض محدثین نے اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے، کیونکہ دوسری تمام روایات میں یہ الفاظ موجود نہیں۔ بلکہ بعض روایات میں حرکت کرتے رہنے کی صاف طور پر نفی کا ذکر ہے۔

دوسرے اس روایت میں انگلی کی حرکت سے مراد ایک مرتبہ اشارہ کرنا ہے، نہ کہ بار بار اشارہ کرتے رہنا۔ ۱

---

۱ حديث صحيح دون قوله" :فرأيته يحركها يدعو بها "فهو شاذ انفرد به زائدة -وهو ابن قدامة -من بين أصحاب عاصم بن كليب كما سيأتي مفصلاً، ورجال الإسناد ثقات .عبد الصمد :هو ابن عبد الوارث بن سعيد العنبرى .وأخرجه الدارمى (1357) ، والبخارى فى "رفع اليدين(31) وأبو داود (727) ، وابن الجارود (208) ، والنسائى فى "المجتبى 127-2/126 "و3/37، وفى "الكبرى "(1191) ، وابن خزيمة (480) و (714) ، وابن حبان (1860) ، والطبرانى(22/82) ، والبيهقى 28-2/27و 28و 132من طرق عن زائدة، بهذا الإسناد .قال ابن خزيمة :ليس فى شيء من الأخبار "يحركها "إلا فى هذا الخبر، زائدة ذكره .وقال البيهقى :2/132فيحتمل أن يكون المراد بالتحريك الإشارة بها، لا تكرير تحريكها...وقوله: "فرأيته يحركها يدعو بها "انفرد بها زائدة من بين أصحاب عاصم ابن كليب، وهم :عبد الواحد بن زياد، وشعبة، وسفيان الثورى، وزهير بن معاوية، وسفيان بن عيينة، وسلام بن سليم أبو الأحوص، وبشر بن المفضل، وعبد الله بن إدريس، وقيس بن الربيع، وأبو عوانة، وخالد بن عبد الله الواسطى.فحديث عبد الواحد بن زياد العبدى، سلف (18850) ، ولفظه :وأشار بأصبعه السبابة .وحديث شعبة، سلف (18855) وسيرد (18877) ، ولفظه :وأشار بأصبعه السبابة .وحديث سفيان الثورى، سلف (18858) وسيرد (18871) ، ولفظه :ثم أشار بسبابته .وحديث زهير بن معاوية، سيرد(18876) ولفظه :وقبض ثلاثين وحلق حلقة، ثم رأيته يقول هكذا، وأشار زهير بسبابته الأولى، وقبض أصبعين، وحلق الإبهام على السبابة الثانية.

وحديث سفيان بن عيينة عند الحميدى (885) ، والنسائى 35-3/34، والطبرانى (22/78) و 85) ولفظه: وأشار بالسبابة .وحديث أبى الأحوص سلام بن سليم عند الطيالسى (1020) بلفظ :جعل يدعو هكذا، يعنى بالسبابة يشير بها .وحديث بشر بن المفضل عند النسائى 36-3/35، ولفظه :وقبض ثنتين وحلق .ورأيته يقول هكذا، وأشار بالسبابة من اليمنى، وحقَّق الإبهام والوسطى .وحديث عبد الله بن إدريس الأودى عند ابن ماجه(912) ، ولفظه :رأيت النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قد حلَّق الإبهام والوسطى، ورفع التى تليهما يدعو بها فى التشهد .وحديث قيس بن الربيع عند الطبرانى 79) /22) ولفظه :وأشار بالسبابة .وحديث أبى عوانة عند الطبرانى 90) /22) ولفظه :ودعا بالسبابة .وحديث خالد بن عبد الله الواسطى عند البيهقى 2/131، ولفظه :وأشار بالسبابة.قلنا :فهؤلاء الثقات الأثبات من أصحاب عاصم لم يذكروا التحريك الذى خالف به زائدة، وهذا من أبين الأدلة على وهم زائدة فيه، وليس هو من باب زيادة الثقة كما توهَم بعضهم، لا سيما أن روايتهم تتأيد بأحاديث صحيحة ثابتة عن غير وائل بن حجر، ولم يرد فيها التحريك، وجاء فى بعضها إثبات الإشارة ونفى التحريك، كما ستقف عليه .فقد سلف من حديث عبد الله بن عمر (5331) من طريق مالك، عن مسلم بن أبى مريم، عن على بن عبد الرحمن المُعَاوى، أنه قال :رآنى عبد الله ابن عمر وأنا أعبث بالحصى فى الصلاة، فلما انصرف نهانى، وقال :اصنع كما كان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يصنع .قلت :وكيف كان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يصنع؟ قال :كان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إذا جلس فى الصلاة وضع كفَّه اليمنى على فخذه اليمنى، وقبض أصابعه كلَّها، وأشار بأصبعه التى تلى الإبهام، ووضع كفَه اليسرى على فخذه اليسرى .وسلف أيضاً (6153) من طريق حماد بن سلمة، عن أيوب، عن نافع، عن ابن عمر :أن النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان إذا قعد يتشهد، وضع يده اليسرى على ركبته اليسرى، ووضع يده اليمنى على ركبته اليمنى، وعقد ثلاثاً وخمسين، ودعا .وعند مسلم (580)(115) : وأشار بالسبابة.وسلف من حديث عبد الله بن الزبير (16100) قال :كان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِالْتَحْرِيكِ الإِشَارَةَ بِهَا لا تَكْرِيرَ تَحْرِيكِهَا ، فَيَكُونُ مُوَافِقًا لِرِوَايَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ (سنن البیقھی ، تحت حدیث رقم ۲۸۹۹)

ترجمہ: اس بات کا احتمال ہے کہ اس روایت میں حرکت سے مراد اشارہ کرنا ہے، نہ کہ بار بار انگلی کو حرکت دینا، اس طرح یہ روایت حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے موافق ہے (جس میں حرکت کی نفی کا ذکر ہے) (ترجمہ ختم)

اور جمہور کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ انگلی کا اشارہ صرف ایک مرتبہ سنت ہے، نہ کہ بار بار اشارہ کرتے رہنا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إذا جلس فی التشهد وضع يده اليمنى على فخذه اليمنى، ويده اليسرى على فخذه اليسرى، وأشار بالسبابة، ولم يجاوز بصره إشارته. وأخرجه أبو داود (989) ، والنسائی 3/37، وأبو عوانة 2/226، والبيهقی 2/131 من طرق عن حجاج بن محمد الأعور، عن ابن جريج، عن زياد بن سعد، عن محمد بن عجلان، عن عامر بن عبد الله بن الزبير، عن عبد الله بن الزبير :أن النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يشير بإصبعه إذا دعا، ولا يحركها، وهذا إسناد حسن، وقد صرح ابن جريج بالتحديث عند أبی عوانة والنسائی والبيهقی، وقد أدرج أبو عوانة فی مسنده هذا الحديث تحت قوله :بيان الإشارة بالسبابة إلى القبلة وَرَمْی الْبَصَرِ إليها وتَرْكِ تحريكها فی الإشارة. وجاء من حديث أبی حميد الساعدی عند الترمذی (293) ، قال :حدثنا بندار محمد بن بشار، حدثنا أبو عامر العقدی، حدثنا فليح بن سليمان المدنی، حدثنا عباس بن سهل الساعدی، قال: اجتمع أبو حميد وأبو أسيد وسهل بن سعد ومحمد بن مسلمة، فذكروا صلاة رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقال أبو حميد :أنا أعلمكم بصلاة رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جلس -يعنی للتشهد -فافترش رجله اليسرى، وأقبل بصدر اليمنى على قبلته، ووضع كفه اليمنى على ركبته اليمنى، وكفه اليسرى على ركبته اليسرى، وأشار بأصبعه، يعنی السبابة. وهذا صحيح لغيره. وسلف من حديث نمير الخزاعی (15866) من طريق مالك بن نمير الخزاعی، عن أبيه، قال :رأيتُ رسول الله ﷺ وهو قاعد فی الصلاة قد وضع ذراعه اليمنى على فخذه اليمنى، رافعاً بأصبعه السبابة قد حناها شيئاً، وهو يدعو. وهذا حديث صحيح لغيره دون قوله :قد حناها شيئاً. وسلف من حديث ابن أبزى (15368) : أن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يشير بأصبعه السَّبَّابة فی الصلاة. وهو حديث صحيح. وسلف من حديثه أيضاً(15370) قال :كان رسول الله ﷺ إذا جلس فی الصلاة، فدعا، وضع يده اليمنى على فخذه ثم كان يشير بأصبعه إذا دعا. وقوله" :تحرك أيديهم من تحت الثياب "أخرجه ابن خزيمة (457) ، والطبرانی 22/ (98) من طريق شريك، عن عاصم، به. وقد سلف برقم(18847) (حاشية مسند احمد)

[1] (يحركها) فيه أن تحريك المسبحة سنة، وقد أخذ به قوم. وذهب الجمهور إلى عدم التحريك لحديث ابن الزبير التالی، ولخلو غالب الروايات عن التحريك، قالوا :والمراد بالتحريك فی حديث وائل هو حركة الإشارة لا حركة أخرى بعد الرفع للإشارة. قال البيهقی :يحتمل أن يكون مراده بالتحريك الإشارة بها لا تكرير تحريكها حتى لا يعارض حديث ابن الزبير. قال الشوكانی :ومما يرشد إلى ما ذكره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِیَّ -صلی اللہ علیہ وسلم -کَانَ یُشِیرُ بِأَصْبَعِهِ إِذَا دَعَا وَلاَ یُحَرِّکُهَا (أبو داوٗد،حدیث نمبر ۹۹۱،باب الإِشَارَةِ فِی التَّشَهُّدِ،سنن النسائی،حدیث نمبر ۱۲۶۹ باب بَسْطِ الْیُسْرَی عَلَی الرُّکْبَةِ)

ترجمہ: نبی ﷺ توحید کی شہادت کے وقت اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے، اوراس کوحرکت نہیں دیتے تھے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ انگلی سے ایک مرتبہ اشارہ فرمایا کرتے تھے، اوراس کوآخر تک حرکت نہیں دیتے رہتے تھے۔ [۱]

اورحضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِی التَّشَهُّدِ، وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنَی عَلَی فَخِذِهِ الْیُمْنٰی، وَیَدَهُ الْیُسْرَی عَلَی فَخِذِهِ الْیُسْرٰی، وَأَشَارَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البیهقی روایة أبی داود لحدیث وائل، فإنها بلفظ :وأشار بالسبابة -انتهی .قلت :وإلیه یظهر میل النسائی حیث ترجم علی روایة عبد الله بن الزبیر التی فیها :أشار بالسبابة لا یجاوز بصره إشارته، بلفظ "موضع البصر عند الإشارة وتحریک السبابة "فکأنه أشار بصنیعه إلی أن المراد بتحریک السبابة حرکة الإشارة، لا تکریر تحریکها؛ لأنه لم یذکر فی هذا الباب روایة التحریک، بل اکتفی بذکر روایة الإشارة(مرعاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب التشهد)

یحرکها ظاهره یوافق مذهب الإمام مالک لکنه معارض بما سیأتی أنه لا یحرکها ویمکن أن یکون معنی یحرکها یرفعها إذ لا یمکن رفعها بدون تحریکها والله أعلم قال المظهر اختلفوا فی تحریک الأصبع إذا رفعها للإشارة والأصح أنه یضعها من غیر تحریک(مرقاة، کتاب الصلاة، باب التشهد)

[۱] رواه أبو داود قال میرک ولم یضعفه وسکت علیه المنذری والدارمی قال میرک والنسائی أیضا وعن عبد الله بن الزبیر قال کان النبی یشیر بأصبعه إذا دعا أی إذا دعا الله بالتوحید ولا یحرکها قال ابن الملک یدل علی أنه لا یحرک الأصبع إذا رفعها للإشارة وعلیه أبو حنیفة رواه أبو داود قال النووی إسناده صحیح نقله میرک وهو یفید الترجیح عند التعارض علی الحدیث الأول فإنه مسکوت عنه والنسائی(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح،باب التشهد)

قال النووی :سنده صحیح قال المظهری :اختلف فی تحریک الأصبع إذا رفعها للإشارة والأصح أنه یضعها بغیر تحریک ولا ینظر إلی السماء حین الإشارة إلی التوحید بل ینظر إلی أصبعه ولا یجاوز بصره عنها لئلا یتوهم أنه تعالی فی السماء -تعالی عن ذلک -.(حم د عن أنس) بن مالک ورواه النسائی وابن ماجه أیضا رمز لحسنه (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ،تحت حدیث رقم ۷۰۵۶)

Idara Ghufran

بِالسَّبَّابَةِ، وَلَمْ يُجَاوِزْ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ (مسند أحمد، حديث نمبر ۱۶۱۰۰؛ الأوسط لابن المنذر ،ذكر النظر إلى السبابة عند الإشارة بها في التشهد،ذكر حد الأصبع إذا أشار به المصلى، حديث نمبر ۱۴۸۹) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب تشہُّد میں بیٹھتے تھے،تو اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھ لیتے تھے،شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے، اورآپ کی نظرآپ کے اشارے سے آگے نہیں بڑھتی تھی (ترجمہ ختم)

اورحضرت نمیرخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أنه رأى رسول الله ﷺ قاعدا في الصلاة ، واضعا ذراعه اليمنى على فخذه رافعا أصبعه السبابة قد حناها شيئا وهو يدعو (الأوسط لابن المنذر، حديث نمبر ۱۴۸۸)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ نے اپنی دائیں کلائی اپنی ران پر رکھی ہوئی تھی، اور(توحید کی) شہادت کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی شہادت کی اُنگلی کو اُٹھا رکھا تھا،جس کو کچھ جھکا لیا تھا(ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اشارہ کرنے کے بعد انگلی کو کچھ جھکا لینا چاہئے،اور بار بار اشارہ نہیں کرتے رہنا چاہئے۔

اورحضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ وَرَفَعَ إِصْبَعَهُ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ الْيُمْنَى يَدْعُو بِهَا وَيَدُهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ بَاسِطَهَا عَلَيْهِ (ترمذى، حديث نمبر ۲۷۱)

ترجمہ: نبی ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تھے،تو اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر رکھ لیتے تھے،اور دائیں انگوٹھے کی ساتھ والی انگلی کو اُٹھا کر اُس سے اشارہ کرتے تھے،اوراپنے دائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر بچھا کر رکھتے تھے(ترجمہ ختم)

اورمسلم میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَقَبَضَ

---

[۱] حديث صحيح، محمد بن عجلان -وإن كان فيه كلام خفيف يَحُطُّهُ عن رتبة الصحيح -قد توبع، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

أَصَابِعَهُ كُلَّهَا وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ الَّتِى تَلِى الإِبْهَامَ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى(مسلم حديث نمبر ۱۳۳۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تھے، تو اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھ لیتے تھے، اور تمام انگلیوں کو بند کر کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے تھے، اور اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھ لیتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ إِذَا قَعَدَ فِى التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَعَقَدَ ثَلاَثَةً وَخَمْسِينَ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ (صحيح مسلم حديث نمبر ۱۳۸۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تھے، تو اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر، اور دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھ لیتے تھے، اور تین اور پچاس (کے عدد کے حساب سے) انگلیوں کو بند کرلیا کرتے تھے، اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے (ترجمہ ختم)

عرب میں انگلیوں سے مخصوص عدد کا اشارہ کرنے کا رواج تھا، تین اور پچاس کے عدد کے مذکورہ اشارہ سے مراد یہ ہے کہ ہاتھ کی تین انگلیوں کو بند کر لیتے تھے، اور انگوٹھے کو شہادت کی انگلی کی جڑ میں رکھ لیا کرتے تھے، اور شہادت کی انگلی کو کھلا چھوڑ دیتے تھے۔ [1]

اس طرح اشارہ کرنا بھی جائز ہے، مگر افضل طریقہ وہی ہے، جو اس سے پہلے بکثرت روایات میں گزرا۔

ملحوظ رہے کہ نماز میں انگلی سے اشارہ جس طرح مرد حضرات کو سنت ہے، اسی طرح خواتین کے لئے بھی سنت ہے (کذا فی امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۴۲)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۸/شوال المکرّم/۱۴۳۱ھ 18/ستمبر/2010 بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[1] ثلاثة وخمسين وهو أن يعقد الخنصر والبنصر والوسطى ويرسل المسبحة ويضم الإبهام إلى أصل المسبحة (مرقاة، باب التشهد)

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مولانا محمد ناصر

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

قربانی کس شخص پر لازم ہے؟

(بسلسلہ: سوالات وجوابات)

مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں مؤرخہ ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ/ ۱۱/ جولائی ۲۰۰۳ء بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے، ٹیپ سے نقل کرنے، اور ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے انجام دی ہے، اور اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ان خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

سوال:......مہنگائی کے اس دَور میں اگر کوئی شخص قربانی کرتا ہے، تو قربانی کرنے کے نتیجے میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں، اس لیے کہ مہینہ بھر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے اُس کے پاس رقم نہیں بچتی، تو کیا ایسے شخص کے لیے قربانی نہ کرنے کی شرعاً اجازت ہے؟

قربانی کس پر لازم ہے؟ اور قربانی کا مالی نصاب

جواب:......قربانی ہر اُس مسلمان عاقل، بالغ، مرد، یا عورت پر واجب ہے، جو قربانی کے دِنوں یعنی دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ میں مقیم بھی ہو، اور ان دنوں میں قربانی لازم ہونے کے مالی نصاب کا مالک بھی ہو۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت پر کسی حال میں قربانی واجب نہیں، یہ غلط فہمی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا کہ:

يَا فَاطِمَةُ قُوْمِىْ اِلٰى اُضْحِيَّتِكِ فَاشْهَدِيْهَا (شعب الایمان، حدیث نمبر ۶۹۵۷)

یعنی ''اے فاطمہ! جاؤ، اپنی قربانی پر حاضری دو''

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ظاہر ہے کہ خاتون تھیں، تو بہرحال اگر عورت قربانی کے نصاب کی مالک ہو، تو اس پر بھی قربانی کرنا واجب ہے۔

Idara Ghufran

اورقربانی کا مالی نصاب یہ ہے کہ جس عاقل، بالغ مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کی نقدی یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زیادہ سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں یا ان میں سے بعض چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہوتو اُس پر قربانی واجب ہے اور ایسے مرد یا عورت کے لئے زکوٰۃ یا کوئی واجب صدقہ لینا بھی جائز نہیں (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام، صفحہ ۱۱۱)

قربانی کے دن تین ہیں

پھر قربانی کے تین دن ہیں، دس ذی الحجہ، گیارہ ذی الحجہ اور بارہ ذی الحجہ۔

قربانی کے چار دن نہیں ہوتے، جیسا کہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ قربانی کے چار دن ہوتے ہیں، یہ بات صحیح نہیں ہے۔

بلکہ قربانی کے تین دن ہیں، یعنی ۱۰-۱۱-۱۲ ذی الحجہ۔ تین دن کے بعد قربانی جائز نہیں۔

اور حضرت ابنِ عمر، حضرت انس، حضرت ابنِ عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے قربانی کے تین دن ہونے کا ثبوت ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلْأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحَى (موطأ امام مالک، حديث نمبر ۹۲۳)

یعنی دس ذی الحجہ کے بعد قربانی کے دو دن ہیں۔

ایک غلط فہمی

لیکن اس کے باوجود ایک طبقہ اس غلط فہمی میں مبتلا بلکہ مُصر ہے کہ قربانی کے چار دن ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، لیکن معاف کرنا ایک گزارش (Request) ہے کہ فقہ کو ذرا سائیڈ پر رکھ کر جواب دینا۔

میں نے کہا کہ قرآن حدیث سے جواب چاہیے یا قرآن حدیث سے ہٹ کر جواب چاہیے، کہنے لگے کہ قرآن حدیث سے جواب چاہیے، میں نے کہا کہ پھر فقہ کو سائیڈ پر رکھ کر قرآن حدیث سے جواب نہیں مل سکتا، اس لیے کہ فقہ قرآن اور حدیث سمجھنے کا ہی طریقہ بتاتا ہے، اور قرآن اور حدیث کو صحیح صحیح سمجھاتا ہے، اگر فقہ کو ایک طرف رکھ دیں، تو آدمی قرآن حدیث کو صحیح نہیں سمجھ سکتا، فقہ کے اصول قرآن اور حدیث کو صحیح

سمجھنے کے لیے ہی ہیں۔

تو بعض لوگوں نے یہ جو بہت بڑی غلط فہمی لوگوں کے ذہنوں میں ڈال رکھی ہے کہ فقہ سے ہٹ کر جواب دیں، یہ بڑی گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔

بہر حال قربانی لازم ہونے اور قربانی کرنے نہ کرنے کا تعلق اس سے نہیں ہے کہ قربانی کرنے کے بعد کیسے حالات ہوں گے، بلکہ قربانی لازم ہونے کا تعلق مخصوص مالی نصاب سے ہے۔

قربانی مجاہدہ اور مالی عبادت ہے

لہٰذا جس شخص پر شرعاً قربانی واجب ہے، ایسا شخص اگر قربانی نہ کرے گا، تو گنہ گار ہوگا، اور اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہیں ہے تو پھر قربانی کرنا ضروری نہیں، اور قربانی نہ کرنے سے گنہ گار نہیں ہوگا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی اولاد کو قربان کرنے کا حکم لاگو رہتا تو پھر مصیبت آتی یا نہ آتی؛ اور یہ امتحان کس قدر سخت ہوتا؟

ذی الحجہ کے مہینے میں قربانی کرنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنا ہے، اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کرنا چاہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اولاد کی جگہ جانور کی قربانی مقرر فرما دی، تو اگر ہر ایک اپنی اولاد کی قربانی کیا کرتا تو اولاد کی قربانی سے کیسی مصیبتیں آتیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے کمزوروں کو اتنی بڑی آزمائش کا مکلّف نہیں فرمایا۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ کئی دفعہ دین پر چلنے کی وجہ سے من جانب اللہ امتحان اور آزمائش آتی ہے، جیسے اگر کوئی زکاۃ نہ دیتا، تو پیسے زیادہ ہوتے، اور وہ اُن پیسوں سے عیاشی کرتا، اور گناہ گار ہو کر عذاب کا مستحق ہوتا، لیکن جب زکاۃ دینی پڑی، تو عیاشی اور عذاب سے نجات مل گئی، تو یہ بھی ایک آزمائش ہے۔

اسی طرح قربانی کرنا بھی ایک مجاہدہ ہے، اگر قربانی کرنے میں پیسہ خرچ نہ ہوتا، تو پھر بظاہر یہ اتنا بڑا مجاہدہ نہ ہوتا، قربانی ایک مالی عبادت ہے، مالی عبادت کا اہم مقصد یہی ہے کہ انسان مال کو اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے، اور مجاہدہ کرتا ہے، اسی لیے یہ عبادت ہے۔

عبادت نام ہی قربانی کا ہے، کسی عبادت میں جان کی قربانی دینی پڑتی ہے، کسی میں مال کی قربانی دینی پڑتی ہے، اور کسی میں وقت کی قربانی دینی پڑتی ہے، دین تو نام انہی چیزوں کا ہے، مالی، جانی، اور وقت کی قربانی۔

مہنگائی کے دَور میں قربانی کا واجب ہونا

اس لیے صاحبِ نصاب پر قربانی تو بہرحال واجب ہے، اور سوال میں ذکر کردہ مشکلات اور مصائب سے اگر مراد یہ ہے کہ کوئی بہت زیادہ غریب ہے، اس کی مہینے کی ضروریات ماہانہ آمدن سے بمشکل پوری ہو رہی ہیں، جبکہ آج کل قربانی کا جانور بہت مہنگا ہے، وہ اگر قربانی میں پیسہ لگاتا ہے، تو قربانی میں پیسہ لگانے کے بعد اس کے پاس پورے مہینے کی دوسری ضروریات میں خرچ کرنے کے لیے پیسے نہیں رہتے، مثلاً وہ پورے مہینے کا جو سودا سلف وغیرہ لیتا ہے، اور بل ادا کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ، تو اب اگر ایسا شخص قربانی کرے تو پھر مہینہ بھر کے اخراجات کے لیے پیسہ نہیں رہتا، تو یاد رکھیے کہ اس کے دوسرے جائز حل موجود ہیں، وہ اپنے حالات مستند مفتیان سے ذکر کرکے وہ حل معلوم کرلے۔

مثلاً ایک حل یہ ہے کہ ایسا شخص جس کی مہینے کی ضروریات ماہانہ آمدن سے بمشکل پوری ہو رہی ہوں، وہ اگر قربانی میں پیسہ لگاتا ہے تو قربانی میں پیسہ لگانے کے بعد اس کے پاس پورے مہینے کی دوسری ضروریات میں خرچ کرنے کے لیے پیسے نہیں رہتے، اور ناقابلِ برداشت حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو اس مشکل سے بچنے کے لیے وہ دس ذی الحجہ کی صبح صادق کے آنے سے پہلے پہلے اپنے پاس موجود رقم اور اپنی ملکیت میں داخل اشیاء کو ایسی جنس میں شامل کرلے، جو قربانی کے نصاب میں داخل نہیں ہے، مثلاً ایسا شخص دس ذی الحجہ سے پہلے اپنی ضرورت کا سامان اور ماہانہ سودا سلف جیسے کپڑا، پہننے کا لباس، گھر کی دوسری ضروریات وغیرہ خرید لے (اور اگر نقد نہیں خرید سکتا، تو اُدھار خرید لے، اب وہ مقروض ہو چکا، اور قرض نصابِ قربانی سے منہا کیا جاتا ہے، اسی طرح جو یوٹیلیٹی بل ادا کرنا باقی ہیں، وہ بھی اپنے ذمہ ایک طرح سے قرض ہیں) سودا سلف خریدنے کے بعد قربانی کے تینوں دن یعنی دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہ ذی الحجہ کی مغرب تک اگر اُس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر سونا یا چاندی یا نقدی یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زیادہ سامان میں سے کوئی سی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نہ رہا، بلکہ اس سے کم ہوا تو ایسے شخص پر قربانی کرنا ضروری نہیں رہے گا، تو اس طریقے کو اختیار کرکے قربانی کرنے کے نتیجے میں موجودہ دور میں جو مالی مشکلات پیش آ رہی ہیں، اُن سے بچا جاسکتا ہے۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیل ہم نے اپنی ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام نامی کتاب میں ذکر کردی ہے۔

عبرت کدہ　﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾　ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۴)

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

حضرت یعقوب علیہ السلام کے حضرت یوسف علیہ السلام سمیت کل بارہ بیٹے تھے، ان میں سے ہر بیٹا صاحبِ اولاد ہوا، اوران سب کے خاندان خوب پھلے پھولے اور پھیلے، چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا، اس لئے یہ سب بارہ خاندان بنی اسرائیل کہلائے۔

ان بارہ لڑکوں میں دس بڑے لڑکے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ سے تھے، اور دو چھوٹے حضرت بنیامین اور حضرت یوسف دوسری زوجہ محترمہ سے، اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی صرف بنیامین تھے، باقی دس بھائی سوتیلے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی تمام اولاد میں حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت رکھتے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بے حد محبت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے لئے بہت ناگوار اور ناقابلِ برداشت تھی، وہ ہروقت اس فکر میں رہتے تھے کہ یا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل سے اس محبت کو نکال ڈالیں، یا پھر حضرت یوسف علیہ السلام ہی کو اپنے راستہ سے ہٹا ڈالیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے حسد کو مزید تقویت اس سے بھی ملی کہ بچپن میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا، اوراس خواب میں انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند اِن کو سجدہ کررہے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا یہ خواب اپنے والد کو سنایا، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو سختی سے منع کردیا کہ اپنا یہ خواب کسی کو نہ بتائیں، خصوصاً اپنے بھائیوں کے سامنے نہ دہرائیں، کہیں ایسا نہ ہوں کہ اس خواب کو سن کر تیرے بھائی برے طریقہ سے پیش آئیں، کیونکہ شیطان انسان کے پیچھے لگا رہتا ہے، اوران کو بہکا ڈالے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جوخواب دیکھا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اتنا اونچا

مقام ملنے والا ہے، کہ ان کے گیارہ بھائی اور ماں باپ کسی وقت ان کے مطیع اور فرماں بردار ہونگے۔ [1]

اسرائیلیات میں تو ان ستاروں کے نام بھی ملتے ہیں، چنانچہ تفسیر طبری میں اس قبیل کی روایات کے حوالہ سے یہ نام مذکور ہیں:

خرتان، الطارِقُ، الذَّیَّال، ذو الکنفات، قابس، وَثَّاب، عَمُودَان، الْفَیلَقُ، الْمُصَبِّحُ، الضَّرُوحُ، ذو الفرغ، الضِّیَاء، النُّور. [2]

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اس خواب کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰۤی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (سورۃ یوسف آیت ۴،۵)

---

[1] قال المفسرون وغيرهم :رأى يوسف عليه السلام وهو صغير قبل أن يحتلم، كأن أحد عشر كوكبا، وهم إشارة إلى بقية إخوته، والشمس والقمر وهما عبارة عن أبويه، قد سجدوا له، فهاله ذلك.
فلما استيقظ قصها على أبيه، فعرف أبوه أنه سينال منزلة عالية ورفعة عظيمة فى الدنيا والآخرة، بحيث يخضع له أبواه وإخوته فيها .فأمره يكتمانها وأن لا يقصها على إخوته ;كيلا يحسدوه ويبغوا له الغوائل ويكيدوه بأنواع الحيل (والمكر)وهذا يدل على ما ذكرناه(قصص الانبياء ص ۳۱۰)
وقد تكلم المفسرون على تعبير هذا المنام :أن الأحد عشر كوكبا عبارة عن إخوته، وكانوا أحد عشر رجلا (سواه) والشمس والقمر عبارة عن أبيه وأمه .رُوى هذا عن ابن عباس، والضحاک الخ (تفسیر ابنِ کثیر تحت آیت ۴ من سورۃ یوسف)

[2] وقد جاء فى حديث تسمية هذه الأحد عشر كوكبا -فقال الإمام أبو جعفر بن جرير .حدثنى على بن سعيد الكندى، حدثنا الحكم بن ظهير، عن السدى، عن عبد الرحمن بن سابط، (عن جابر) قال :أتى النبى ﷺ رجل من يهود يقال له" :بستانة اليهودى "، فقال له :يا محمد، أخبرنى عن الكواكب التى رآها يوسف أنها ساجدة له، ما أسماؤها؟ قال :فسكت النبى ﷺساعة فلم يجبه بشىء ، ونزل (عليه) جبريل، عليه السلام، فأخبره بأسمائها،قال فبعث رسول الله ﷺ إليه فقال هل أنت مؤمن إن أخبرتک بأسمائها؟فقال نعم، قال خرتان والطارِقُ، والذَّيَّال وذو الكَنَفَات، وقابس، ووَثَّاب، وعَمُودَان، والْفَيلَقُ، والمُصَبِّحُ، والضَّرُوحُ، وذو الفرغ، والضِّيَاُء ، والنُّور، فقال اليهودى إىُ والله، إنها لأسماؤها (تفسیر ابنِ کثیر تحت آیت ۴ من سورۃ یوسف)
وقد روى ابن جرير وابن أبى حاتم فى تفسيريهما، وأبو يعلى والبزار فى مسنديهما، من حديث الحكم بن ظهير -وقد ضعفه الائمة -عمن السدى عن عبد الرحمن بن سابط، عن جابر قال :أتى النبى صلى الله عليه وسلم رجل من اليهود يقال له :بستانة اليهودى، فقال :يا محمد أخبرنى عن الكواكب التى رآها يوسف أنها ساجدة له ما أسماؤها ؟ قال :فسكت النبى صلى الله عليه وسلم فلم يجبه بشء، ونزل جبريل عليه السلام بأسمائها، قال :فبعث إليه رسول الله فقال " :هل أنت مؤمن إن أخبرتک بأسمائها ؟ "قال :نعم.فقال :هى جريان والطارق، والذيال، وذو الكتفان، وقابس، ووثاب، وعمودانو الفيلق، والمصبح، والضروح، وذو الفرع.والضياء والنور ."فقال اليهودى :(إى) والله إنها لاسماؤها(قصص الانبياء ص ۳۱۱،۳۱۲)

Idara Ghufran

ترجمہ: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے والد میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا۔ دیکھتا (کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا، نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے (ترجمہ ختم)

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، سے معلوم ہوا کہ شیطان وسوسہ ڈال کر تیرے بھائیوں کو تیرے خلاف اکسا دے گا، کیونکہ خواب کی تعبیر تو بہت ظاہر تھی، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو بہر حال نبوت کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ایسے واضح خواب کو سمجھ لینا کوئی مشکل نہ تھا۔

حضرت یعقوب کا حضرت یوسف سے زیادہ محبت کرنے کی وجہ

یہاں ایک یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے حضرت یعقوب علیہ السلام جو حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتے تھے، وہ معاذ اللہ محض ظاہری صورت کی وجہ سے نہیں تھی، بلکہ حسنِ صورت کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام میں حسنِ سیرت، جمالِ نبوت وصدیقیت، عفت اور فہم وفراست بھی اس کے ساتھ شامل تھا، اور ان محاسن وشمائل اور کمالات وفضائل میں کوئی بھائی وغیرہ ان کا شریک نہ تھا، حضرت یوسف علیہ السلام ان فضائل وشمائل میں سب پر فوقیت رکھتے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام نورِ نبوت اور بصیرت کی نگاہ سے ان باطنی محاسن کو بھی دیکھتے تھے، اس لئے وہ ان کی نظر میں زیادہ محبوب تھے۔

علاوہ ازیں رشد وہدایت کے جو آثار حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین میں نمایاں تھے، وہ دوسرے بھائیوں میں نمایاں نہ تھے، اور خاص کر حضرت یوسف علیہ السلام میں نبوت اور صدیقیت کے آثار نمایاں تھے، اور حضرت یعقوب علیہ السلام خود نبی تھے، اور انہوں نے نورِ نبوت سے یہ ساری چیزیں پہچان لی تھیں، اور وہ یہ جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور پیغمبر ہونے والے ہیں، تو اگر نبوت ورسالت کے ساتھ فرزندیت بھی مل جائے، تو دلی محبت اور تعلق میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

نیز یوسف اور بنیامین اگرچہ باطنی فضائل وشمائل کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظر میں زیادہ محبوب تھے، مگر عملی طور پر اولاد کے حقوق کے اعتبار سے معاملہ سب کے ساتھ یکساں تھا، اور پورے عدل وانصاف کے ساتھ تھا۔

قرآن وحدیث سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف اور بنیامین کو دوسرے بھائیوں کے حقوقِ واجبہ میں یا کسی ایسے کام میں ترجیح دی ہو جو ان کے اختیار میں ہو۔　　(جاری ہے……)

طب وصحت جناب مسعود احمد برکاتی صاحب

بچوں کی لُکنت کے ذمے دار ماں باپ ہوتے ہیں

ایک صاحب کے خط کے قابلِ غور چند جملے:

اب میری عمر پینسٹھ سال کے قریب ہے، عمر کے ابتدائی حصے ہی میں مجھے ہکلانے کی عادت پڑ چکی تھی، اس زمانے سے اب تک یہ ساری مدت ایسی گزری ہے، جس میں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی اس لُکنت نے میرا پیچھا چھوڑا ہو، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں کبھی کبھی میں ہکلاتا تھا، تو میرے بزرگ بڑے رنج وملال کے ساتھ مجھے دیکھتے تھے، اور اس عادت کو ترک کرنے کے لئے بڑی ہمدردی سے مجھے مشورے دیتے تھے، اُن کی ان ہمدردیوں کا مجھ پر الٹا اثر ہوتا تھا، مجھے اپنے اس نقص کا ملال ہوتا تھا، کاش وہ بزرگ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے!

بچوں کو ہکلانے کی جو عادت پڑ جاتی ہے، میرے خیال میں اس کے دو اسباب ہوا کرتے ہیں، پہلا سبب تو یہ ہے کہ بچہ جب بڑے جوش کے ساتھ کوئی بات کہہ نہیں پاتا، تو ان الفاظ کو تلاش کرنے کی کوشش میں اپنے خیالات کے ادا کرنے میں پس وپیش کرتا ہے، دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ جلد از جلد اپنی بات کہہ دینا چاہتا ہے، اس عجلت کی وجہ سے اس کی زبان لڑکھڑا جاتی ہے۔

اکثر بچہ وہ بات جلد کہنے کی کوشش اس وجہ سے کرتا ہے کہ سننے والے بزرگ اس کی بات کو توجہ سے نہیں سنتے، اگر والدین اور دوسرے بزرگ بچے کی بات کو اطمینان اور توجہ سے سنیں تو اسے اپنی بات جلد کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی، اس بات کی اہمیت کو محسوس کرنا چاہئے کہ اگر بچے کو اپنی بات بیان کرنے کے لئے موزوں الفاظ یاد نہیں آ رہے ہیں تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔

اکثر اوقات معمر افراد کا حافظہ بھی موزوں الفاظ پیش کرنے سے قاصر رہتا ہے، یہ بات بہت ضروری ہے کہ بچے کو اس کا احساس نہ ہونے دیا جائے کہ اس کا ذہن مناسب الفاظ کو فوراً پیش نہیں کر سکتا، بچہ اپنے ماحول سے بہت متاثر ہوتا ہے، اگر والدین یا دوسرے بزرگ اس کے ہکلانے پر پریشانی یا ملال کا اظہار کریں تو بچے پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے، وہ یہ معلوم کر کے کہ اس کا ہکلانا اس کے بزرگوں کی پریشانی کا باعث ہے، اپنے آپ کو کم تر سمجھنے لگتا ہے، اس کے دل میں اپنے متعلق منفی خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں، جو اسے

بڑی الجھنوں میں ڈال دیتے ہیں، اس کی خود اعتمادی کم ہونے لگتی ہے، اگر والدین کسی قسم کی پریشانی ظاہر نہ کریں اور اس کے ہکلانے پر توجہ نہ دے کر اطمینان سے اس کی بات سنیں تو وہ ادھورے الفاظ بول کر کسی طرح اپنا مفہوم ادا کرتا جائے گا، اور رفتہ رفتہ روانی کے ساتھ الفاظ ادا کرنے پر قادر ہوجائے گا، اس کی ابتدائی ہلکی سی لُکنت کم ہوتی جائے گی، اور جیسے جیسے اس کے ذہن میں الفاظ کا ذخیرہ بڑھتا جائے گا، لُکنت غائب ہوتی جائے گی، اس کے برخلاف والدین کی فکرمندی سے بچے کو اپنے نقص کا احساس ہوتا رہتا ہے، اور اس نقص کو دور کرنے کی کوشش میں وہ جلد جلد بولنے پر مجبور ہوجاتا ہے، اس کی حالت ایسے کھلاڑی کی سی ہوجاتی ہے، جس کی مشق چھوٹی ہوئی ہو، اور وہ اپنی سابقہ مہارت کے مطابق کھیلنے کی کوشش کرے، ایک اور خط کا اقتباس پڑھئے:

مجھے بچپن میں ہکلانے کی جو عادت پڑی تو پکی عمر تک پہنچنے کے بعد وہ ایسی راسخ ہوگئی کہ میرے لئے بات کرنا ایک تکلیف دہ کام بن گیا تھا، میں ممکنہ حد تک یہ کوشش کرتا تھا کہ مجھے زبان کھولنی نہ پڑے، اب میں ایک خانہ نشین پنشن یافتہ آدمی ہوں، میرے ذہن میں کوئی پیچیدگی نہیں، میری لُکنت تقریباً ختم ہوچکی ہے، اس کی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب مجھے اپنی لُکنت کی پروا نہیں رہی، مجھے یہ خیال نہیں ستاتا کہ کوئی میری لُکنت کی طرف توجہ بھی کرتا ہے یا نہیں۔

میں دراصل یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر بچپن میں میرے والدین بھی اس بات کو جانتے اور میری لُکنت کی طرف توجہ نہ دیتے تو کبھی مجھے ہکلانے کی عادت نہ پڑتی، انہیں مجھ سے بے حد محبت تھی، اور اس محبت کی وجہ سے وہ مجھ سے ہمدردی رکھتے تھے اور میری اس کمزور پر پریشانی اور ملال کا اظہار کرتے تھے، انہوں نے میری عادت چھڑانے کے لئے بڑے جتن کئے، بہت خرچہ بھی کیا، اب میں یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ اس کی طرف بالکل توجہ نہ کرتے تو مجھ میں لُکنت کی عادت کبھی جڑ نہ پکڑتی، مجھے اپنے بچپن کی وہ ساری باتیں یاد ہیں کہ اس عادت کو ترک کرنے کے سلسلے میں کیا کیا مصیبتیں اٹھانا پڑیں تھیں، وہ ساری مصیبتیں اس عادت کو دور کرنے کے بجائے اس کی جڑوں کو اور مضبوط بناتی گئیں، کبھی تو مجھ یہ کہا جاتا تھا کہ لمبے لمبے سانس لوں، کبھی یہ تاکید کی جاتی کہ میں بہت آہستہ آہستہ بولوں، کبھی کہا جاتا تھا کہ کوئی جملہ بولنے سے پہلے دس تک گن لوں، ان تمام ہدایتوں کے علاوہ

دواؤں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

علاج معالجے کی ساری مدت میں، میں دیکھتا تھا کہ دوسرے لڑکے آزادی کے ساتھ فرفر گفتگو کرتے ہیں، میری طرح علاج کی پریشانیوں میں مبتلا نہیں ہیں، یہ دیکھ دیکھ کر میری پریشانیاں اور بڑھ جاتیں، اور میری لُکنت میں اضافہ ہو جاتا تھا، یہاں تک اس عادت کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ گڑ گئیں۔

مندرجہ بالا خط ایسے صاحب کا ہے، جن کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہئے، ہکلانے کی عادت کسی جسمانی نقص یا کسی عضو کی خرابی کا نتیجہ نہیں ہے، اس لئے یہ بات بہ اصرار کہتا ہوں کہ اگر والدین بچے کی اس عادت کی طرف جتنی کم توجہ ظاہر کریں، بہتر ہے، والدین بچے کی لُکنت کے ابتدائی زمانے ہی میں اس کی طرف بالکل توجہ نہ کریں، تو مجھے یقین ہے کہ بچے کو اس کی عادت ہی نہیں پڑے گی، شروع شروع میں اگر بچہ تھوڑا بہت ہکلاتا تھا تو اس کو بھول جائے گا، اور اس عادت کا مطلق اثر باقی نہ رہے گا، لیکن اگر بدقسمتی سے بچے کو اس کا احساس ہو گیا کہ وہ ہکلاتا ہے اور دوسرے بچوں سے مختلف ہے، پھر تو اس کی یہ عادت چھڑانے کے لئے انتہائی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلے تو اس کا خاص خیال رکھا جائے کہ بچے کو اس کا پتا نہ چلے کہ والدین اس کے بارے میں فکرمند ہیں، اگر مجبوراً کبھی اس لُکنت کا ذکر آ ہی جائے تو بے پروائی کے انداز میں اس طرح ذکر کیا جائے کہ گویا اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ کہے جائیں، جن سے بچوں کی ہمت افزائی ہو۔

بچوں کی لُکنت یا ہکلاہٹ دور کرنے کا زرین اصول یہی ہے کہ والدین اس کے متعلق فکرمندی ظاہر نہ کریں، لیکن میں یہ مانتا ہوں کہ یہ کہنا آسان ہے، لیکن اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے، مشکل ضرور ہے، مگر ناممکن نہیں، ہر ہکلانے والا بچہ جانتا ہے کہ بعض اوقات وہ اپنی لُکنت بالکل بھول جاتا ہے، اور دوسروں کی طرح ہکلائے بغیر فرفر بولنے لگتا ہے، اس قسم کے لمحات میں اضافہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی لُکنت کو یاد نہ کرے۔

میرے اس مشورے کو پڑھ کر ممکن ہے کہ آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ لُکنت کا ایک مسلمہ مریض دوسروں کو اس سے بچنے کا مشورہ کس طرح دے سکتا ہے، میرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ناکام انسان ہی صحیح مشورہ دے سکتا ہے، کہ جس راہ پر چل کر وہ ناکام ہوا ہے اس سے دوسروں کو متنبہ کر دے۔

(ماخوذ از: ''ہمدرد صحت'' اگست 2010ء، شعبان ۱۴۳۱ھ، جلد ۷۸، شمارہ ۸، صفحہ ۴۵، ۴۶)

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

❑...... جمعہ ۷/۱۴/۲۱/۲۸/شوال، ۶/ذیقعدہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کی نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوئیں (حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی عدم موجودگی میں مولانا محمد ناصر صاحب مسجد امیر معاویہ میں جمعہ پڑھاتے رہے، مسجد نسیم میں مولانا طارق محمود صاحب اس دوران جمعہ پڑھاتے رہے)

❑......۹/شوال اتوار کو ادارہ کے تعلیمی شعبہ جات میں نئے تعلیمی سال کے لئے قدیم داخلوں کی تجدید کا آغاز ہوا، جو تین دن رہا، ۱۲/شوال بدھ کو جدید داخلے شروع ہوئے، جو چند دن جاری رہے۔ شعبہ تخصص کے لئے بھی انہی تاریخوں میں داخلہ کے امیدواروں سے درخواستیں وصول کی گئیں، ان کے جائزہ امتحانات، کوائف کی جانچ، وغیرہ مراحل طے ہوکر محدود داخلے کئے گئے، واضح رہے کہ امسال تخصص کے اس شعبہ کا باضابطہ دوسالہ نصاب کے ساتھ آغاز ہوا ہے۔

❑......۱۰/شوال سوموار حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مع والدہ وغیرہ سفر پر سہارنپور (انڈیا) تشریف لے گئے، ۲/ذیقعدہ، سوموار کی شام بخیریت واپسی ہوئی۔

❑......۱۵/شوال ہفتہ، شعبہ تخصص کے اسباق کا آغاز ہوا۔

❑......۲۱/شوال جمعہ کو بعد مغرب مسجد غفران میں حج کورس کا آغاز ہوا، جو ۲۵/شوال منگل تک پانچ دن روزانہ بعد مغرب تا عشاء ہوتا رہا، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کے سفر پر ہونے کی وجہ سے مفتی محمد یونس صاحب زید مجدۂ کورس کے معلم تھے۔

❑......۲۱/شوال جمعہ جناب قاری فضل الحکیم صاحب زید مجدۂ (برادرِ نسبتی حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم، بحریہ ٹاؤن) نے ارا کینِ ادارہ اور کچھ دیگر احباب کو ظہرانہ پر مدعو کیا، جناب حکیم فیضان صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب، مولانا طارق محمود صاحب اور بندہ امجد شریک ہوئے۔

❑......۲۳/شوال اتوار بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلسِ ملفوظات کا آغاز ہوا، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی عدم موجودگی میں بندہ امجد نے درس دیا۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

08 /ستمبر 2010ء بمطابق ۲۸ رمضان 1431ھ: پاکستان: کوہاٹ: پولیس لائن میں دھماکہ، 21 جاں بحق ☜ **09 /ستمبر**: پاکستان: 5 بلوچ تنظیمیں کالعدم اثاثے منجمد ☜ **10 /ستمبر**: پاکستان: وزیر خزانہ بلوچستان کے گھر پر بم حملہ 4 افراد جاں بحق 5 زخمی ☜ **11 /ستمبر**: پاکستان: دادو شوگر مل بچانے کیلئے سینکڑوں لوگ بے گھر کر دیے گئے، ایف پی بند میں شگاف 188 فٹ چوڑا ہو گیا ☜ **12 /ستمبر**: ☜ **13 /ستمبر**: **(تعطیل اخبار)** ☜ **14 /ستمبر**: پاکستان: شگافوں کی وجوہات معلوم کرنے کیلئے 3 رکنی ٹریبونل تشکیل ☜ **15 /ستمبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان 10 گھنٹوں میں 2 ڈرون حملے، 16 افراد جاں بحق ☜ **16 /ستمبر**: پاکستان: گورنر گلگت بلتستان ڈاکٹر شمع خالد انتقال کر گئیں، صدر وزیر اعظم ودیگر کا اظہار افسوس ☜ **17 /ستمبر**: پاکستان: انتخابی مہم میں حکومتی شخصیات کی شرکت پر پابندی ☜ **18 /ستمبر**: پاکستان: عمران فاروق قتل کے بعد کراچی میں سناٹا، 10 گاڑیاں نذر آتش، اندرون سندھ بھی کاروبار زندگی مفلوج ☜ **19 /ستمبر**: پاکستان: این آر او زدہ افسران کی برطرفی کا فیصلہ، وزیر اعظم نے ہنگامی طور پر فہرست طلب کر لی **20 /ستمبر**: پاکستان: مسلم لیگی دھڑوں کے اتحاد کیلئے کوششیں تیز، نواز شریف کو منانے کیلئے پگارا کی سربراہی میں 3 رکنی کمیٹی تشکیل ☜ **21 /ستمبر**: پاکستان: ملک میں غیر یقینی صورتحال، بیرونی سرمایہ کاری میں 50 فیصد کمی، اسٹاک مارکیٹوں میں رواں مالی سال کے پہلے دو ماہ میں 1.7 فیصد کمی دیکھنے میں آئی، مرکزی بینک کے اعداد وشمار ☜ **22 /ستمبر**: پاکستان: مظفر آباد میں سکول وین کو حادثہ، 32 طلبہ جاں بحق ☜ این آر او عملدرآمد کیس عدنان خواجہ بریگیڈیئر (ر) امتیاز کمرہ عدالت سے گرفتار ☜ **23 /ستمبر**: پاکستان: ایران فوجی پریڈ میں دھماکا، 12 ہلاک 47 زخمی ☜ **24 /ستمبر**: پاکستان: امریکی عدالت کے ہاتھوں ڈاکٹر عافیہ کو 86 سال قید کی سزا ☜ **25 /ستمبر**: پاکستان: پاکستان اسلحہ کا تیسرا بڑا خریدار بن گیا، عالمی تجارت 60 ارب سالانہ تک پہنچ گئی ☜ **26 /ستمبر**: پاکستان: چیف جسٹس اور فوج پر سنگین الزامات، وفاقی وزیر عبدالقیوم جتوئی فارغ ☜ **27 /ستمبر**: پاکستان: وفاقی شرعی عدالت کے جج معروف مذہبی سکالر ڈاکٹر محمود غازی انتقال کر گئے ☜ **28 /ستمبر**: پاکستان: نیٹو کی دوسرے روز بھی پاکستان میں کاروائی، 50 سے زائد ہلاکتیں، پاکستان میں کاروائی کا معاہدہ ہے، ایساف ☜ **29 /ستمبر**: پاکستان: قومی دولت کیلئے غیر ملکی تعلقات کی پرواہ نہ کی جائے، چیف جسٹس ☜ **30 /ستمبر**: پاکستان: اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر اٹھانے پر پاک بھارت کشیدگی میں پھر اضافہ، قریشی اور کرشنا ملاقات کے امکانات معدوم ☜ **یکم اکتوبر**: پاکستان: بھارتی عدالت نے بابری مسجد کو مندر قرار دیتے ہوئے ہندوؤں کے حوالے کر دیا، الہ آباد ہائی کورٹ نے مسجد کی

اراضی تین حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ سنایا، مسجد ہندوؤں کو ملے گی، ایک حصہ مسلمانوں کو ملے گا، تقسیم تین ماہ کے اندر ہوگی ۔ پیٹرول 27 جبکہ ڈیزل 78 پیسے سستا، پیٹرول 66.99، ڈیزل 73.82 روپے لیٹر ہوگیا، مٹی کا تیل 23 پیسے مہنگا ۔ کرم میں اتحادی ہیلی کاپٹروں کی شیلنگ، 3 اہلکار جاں بحق، پاکستان نے نیٹو سپلائی روک دی، جوابی کاروائی کیلئے فضائیہ الرٹ ۔ **02 / اکتوبر:** پاکستان: بجلی 2 فیصد مہنگی پیپکو تحلیل، مالیاتی و انتظامی اختیارات کمپنیوں کے سپرد ۔ **03 / اکتوبر:** پاکستان: جسٹس شریف، اعتزاز قاضی انور، رانا ثناء اللہ سمیت 13 وکلاء پر پنجاب اور لاہور بار کے دروازے بند، ملتان میں عدالتی بحران، 99 سول جج احتجاجاً مستعفی، لاہور میں وکلاء کا صحافیوں اور پولیس پر تشدد ۔ **04 / اکتوبر:** پاکستان: صحافیوں اور پولیس اہلکاروں پر تشدد، صدر لاہور بار سمیت 200 وکلاء کیخلاف انسداد دہشتگردی ایکٹ کے تحت مقدمہ درج ۔ **05 / اکتوبر:** پاکستان: نیٹو نے حدود کی خلاف ورزی پر معذرت کرلی، سپلائی بدستور معطل ۔ ججز بلا خوف و خطر کام کریں، جسٹس خواجہ شریف، 1300 سول ججز کے استعفے مسترد ۔ **06 / اکتوبر:** پاکستان: نیب آرڈیننس وزیراعظم کی ایڈوائس پر جاری ہوا، حکومت ۔ **07 / اکتوبر:** پاکستان: کوئٹہ، نوشہرہ، نیٹو سپلائی پر حملے، 80 ٹینکر تباہ، امریکا اور ایساف نے باضابطہ معافی مانگ لی ۔ **08 / اکتوبر:** پاکستان: کراچی عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر دو خودکش دھماکے، 6 افراد جاں بحق 65 زخمی ۔ **09 / اکتوبر:** پاکستان: دیدار شاہ چیئرمین نیب تعینات، ن لیگ نے مسترد کر دیا ۔ **10 / اکتوبر:** پاکستان: نیٹو سپلائی بحال، سبی میں 29 ٹینکرز تباہ ۔ **11 / اکتوبر:** پاکستان: اٹلی میں بھی برقع پر پابندی کا بل پارلیمنٹ میں پیش، سیکورٹی وجوہ کو بنیاد بنایا گیا، خلاف ورزی کی صورت میں 2 سال قید و جرمانہ ہوگا ۔ **12 / اکتوبر:** پاکستان: ایک سال کے دوران اشیائے خورد و نوش 54، تیل اور بجلی کی قیمتوں میں 20 فیصد اضافہ، ایک رپورٹ ۔ **13 / اکتوبر:** پاکستان: نیب کا سوئس اکاؤنٹس سے اظہار لاعلمی ۔ **14 / اکتوبر:** پاکستان: سوئس اکاؤنٹس سے متعلق نیب کی رپورٹ مسترد، حکومت کو این آر او فیصلے پر عملدرآمد کرنا ہوگا، سپریم کورٹ ۔ **15 / اکتوبر:** پاکستان: ججز بحالی آرڈر منسوخ نہیں ہوسکتا، سپریم کورٹ ۔ **16 / اکتوبر:** پاکستان: امریکی حملے میں قاری حسین کے مارے جانے کی تصدیق، وزیرستان میں 5 سیکورٹی اہلکاروں سمیت 12 جاں بحق ۔ **17 / اکتوبر:** پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی 20 لاکھ ٹن گندم برآمد کرنے کا فیصلہ منسوخ ۔ کراچی چند گھنٹوں میں 15 افراد قتل، 50 زخمی ۔ **18 / اکتوبر:** پاکستان: کراچی ٹارگٹ کلنگ میں مزید 18 افراد جاں بحق ۔ کراچی: ضمنی الیکشن میں متحدہ امیدوار کامیاب ۔ **19 / اکتوبر:** پاکستان: گوشوارے جمع نہ کروانے پر الیکشن کمیشن نے مولانا فضل الرحمن، امیر مقام، خورشید شاہ، کشمالہ سمیت 148 پارلیمینٹیرینز کو کام سے روک دیا گیا ۔ **20 / اکتوبر:** پاکستان: کراچی: قتلِ عام نہ رک سکا، مزید 27 افراد جاں بحق، 4 روز میں 70 ہلاکتیں۔